دارالعلوم دیوبند کا ترجمان

ماہنامہ

دارالعلوم

جلد: ۱۱۰ | شعبان المعظم - رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ مطابق فروری - مارچ ۲۰۲۶ء | شمارہ: ۲-۳

نگراں

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی
مہتمم دارالعلوم دیوبند

مدیر

مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری
استاذ دارالعلوم دیوبند

ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند - ۲۴۷۵۵۴ یوپی

Tel. : 01336-222429 Fax : 01336-222768
Web : http://www.darululoom-deoband.com
https://darululoom-deoband.com/urdumagazine
E-mail: info@darululoom-deoband.com

DARUL ULOOM Monthly (Urdu)
R. N. I. No.: 2133/57
Vol. No. 110, Issue No. 2-3, Feb.-March 2026 फरवरी-मार्च 2026
Published by Maulana Abul-Qasim Numani
Printed by Maulana Abul-Qasim Numani
Editor :- Maulana Mohammad Salman Bijnori
On Behalf of Darul Uloom Grush.
Place of Publication :- Deoband, Saharanpur, U.P.
Printed at: Mukhtar Printing Press Mohalla Bar Ziyaul Haq
Talehari Chungi. Deoband, Saharanpur. U.P.

Rs. 100/= | Annual Subscription Rs. 500/=

Annual by Regd Post. Rs. 700/=

سعودی عرب، افریقہ، برطانیہ، امریکہ، کناڈا وغیرہ سے سالانہ -/۲۱۰۰ روپے
بنگلہ دیش سے سالانہ -/۸۰۰ روپے، پاکستان سے ہندوستانی رقم -/۸۰۰ روپے

فہرست مضامین

حرف آغاز		محمد سلمان بجنوری	۳
اسلام اور عصر حاضر	مذہب اور عصر حاضر کے چیلنجز	ڈاکٹر ظفر دارک قاسمی	۵
//	اسلام خالص مذہب ہے	مولانا محمد عاصم کمال اعظمی	۱۶
تحقیقی مضامین	خطبۂ عید میں پڑھی جانے والی ایک حدیث کی تحقیق	مفتی ابوالخیر عارف محمود	۲۲
//	برصغیر میں اجتماعی فتاویٰ تکفیر کی اہمیت،.....	مولانا عبیدالرحمٰن مردان	۳۸
اصلاح ورہنمائی	اہل وعیال کی دینی تربیت اسوۂ رسول ﷺ کی.....	ڈاکٹر فہد انوار	۴۴
//	اصلاحِ معاملات کی ضرورت واہمیت	مفتی طارق محمود	۵۳
//	موجودہ دور میں اصلاح نفس کی ضرورت	مولانا محمد راشد شفیع	۶۵
//	جرائم اور نابالغ بچے	مفتی عبداللہ فردوس	۶۹
//	بلوغت سے قبل نکاح	مفتی ابوالخیر عارف محمود	۷۴
قواعد داخلہ	....	....	۷۹

ختم خریداری کی اطلاع

- ○ یہاں پر اگر سرخ نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔
- ہندوستانی خریدار منی آرڈر سے اپنا چندہ دفتر کو روانہ کریں۔
- ایک سال کے لیے اگر بذریعہ رجسٹری طلب فرمائیں تو =/700 روانہ فرمائیں۔
- ہندوستان وپاکستان کے تمام خریداروں کو خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

حرف آغاز

محمد سلمان بجنوری

رمضان المبارک کی رحمتوں کا تسلسل جاری ہے اور ساری دنیا میں روزے، تراویح، تلاوت قرآن، تہجد اور نمازوں کا اہتمام عام طور پر ہورہا ہے، اور بلاشبہ یہ اللہ رب العزت کی توفیق ہے اور اُن کی رحمتوں کے نزول کا ذریعہ اور بشارت بھی؛ لیکن اسی کے ساتھ چند چیزیں ہیں جن پر توجہ کی شدید ضرورت ہے۔

(۱) عبادات کے اہتمام کے اس ماحول میں بھی ہمارے درمیان ایک بڑی تعداد ہے جو اپنی قدیم عادت کے مطابق نماز سے بھی دور ہے، روزے بھی اس کے معمول کا حصہ نہیں ہیں پھر دیگر عبادات کی کیا امید کی جائے۔

(۲) جو لوگ عام عادت سے ہٹ کر رمضان میں نماز اور دیگر اعمال کا اہتمام کررہے ہیں وہ بھی رمضان کے بعد ہر سال اپنی پرانی روش پر واپس چلے جاتے ہیں اور مسجدیں خالی ہوجاتی ہیں۔

(۳) عبادت کے شعبے کے علاوہ باقی معالات میں تقریباً سبھی کا حال، حسب سابق ہی رہتا ہے، کوئی خاص تبدیلی نہیں آتی، اگر روزے یا رمضان کے لحاظ میں کچھ بری عادتوں سے آدمی دوری بھی اختیار کرتا ہے تو وہ ایک وقتی جذبہ ثابت ہوتا ہے، اس میں کوئی پختگی یا استقامت کی کیفیت نہیں ہوتی۔

(۴) رمضان میں زکوۃ نکالنے کا، لوگوں کا معمول ہے؛ لیکن باقاعدہ حساب لگا کر صحیح طریقے سے زکوۃ ادا کرنے میں آج بھی ایک بڑی تعداد کوتاہی کرتی ہے اور معاشرے کے کمزور افراد کا پتہ لگا کر، ان کی مدد کرنے کا تو عام طور پر ہمارے ماحول میں رواج ہی نہیں ہے۔ یہ کام کچھ اہل خیر ضرور کرتے ہیں؛ لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے۔

(۵) ان تمام حقائق کے ساتھ ایک پہلو اور ہے جو عام طور پر ہماری توجہ سے دور رہ جاتا ہے۔

اور وہ یہ کہ رمضان المبارک، اللہ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے اپنے حالات اور اعمال درست کرنے کا اور آنے والے سال کے معاملات کی منصوبہ بندی کا ایک خاص موقع بھی ہے، اس لیے کہ رمضان المبارک کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی رحمتوں کے نزول کے لیے خاص کیا ہے، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے بقول، عام دنوں میں نازل ہونے والی رحمتوں کی مثال دریا جیسی ہے اور رمضان میں نازل ہونے والی رحمتوں کی مثال سمندر جیسی ہے جس کا کنارہ نظر نہیں آتا ہے، اسی لیے وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ پورے سال کے لیے مرکز اور معیار کی حیثیت رکھتا ہے، جس کا اثر پورے سال پر پڑتا ہے، آدمی کا رمضان جیسا گزرتا ہے ویسا ہی پورا سال گزرتا ہے، اس لیے کوشش کر کے رمضان کو زیادہ بہتر انداز میں گزارنا چاہیے۔

درحقیقت رمضان اپنی سابقہ زندگی غلطیوں کی تلافی کے ساتھ آئندہ کے معاملات بہتر بنانے کا موسم ہے اور یہ چیزیں ہم لوگوں کی انفرادی بھی ہوسکتی ہیں اور اجتماعی بھی۔ ہماری اجتماعی زندگی میں جہاں جہاں کمزوری ہے خواہ وہ ہمارے اداروں اور تنظیموں میں ہو یا ہمارے معاشرے کے آپسی معاملات میں، اس طرح کی تمام چیزوں کی اصلاح کے لیے ہمیں کمربستہ ہونا چاہیے؛ تاکہ زمانہ کی مشکلات میں اللہ رب العزت کی مدد ہمارا ساتھ دے، حالات میں کوئی بہتر تبدیلی آسکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حالات کا صحیح شعور اور اپنی انفرادی واجتماعی کوتاہیوں کو دور کرنے کی توفیق سے نوازے۔

* * *

مذہب اور عصر حاضر کے چیلنجز

از: ڈاکٹر ظفر دارک قاسمی

عصر حاضر میں سماجی، اقتصادی اور سائنسی ترقی کی رفتار بے حد تیز ہوگئی ہے، اور ہر شعبہ حیات میں جدت کی طلب بڑھ رہی ہے۔ اس پس منظر میں اکثر یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا مذہب انسانیت کی ترقی میں رکاوٹ ہے یا نہیں؟ مذہب ایک ایسا نظام ہے جو انسان کی اخلاقی، روحانی اور سماجی زندگی کو منظّم کرتا ہے، اور اس کا مقصد انسان کو صحیح اور غلط کے معیار سے روشناس کروانا ہوتا ہے۔ تاہم جدید دنیا میں بعض محققین اور دانشور یہ دلیل دیتے ہیں کہ مذہبی اصول اور روایتیں بعض اوقات ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔ اس اعتراض کی بنیاد یہ ہے کہ مذہب اکثر روایتی اور قدیم تعلیمات پر قائم رہتا ہے اور بعض اوقات عقل، سائنس یا جدید فکر کے تقاضوں سے مطابقت نہیں رکھتا۔ مثال کے طور پر، تعلیم، سائنس، خواتین کے حقوق، اور سماجی آزادی کے موضوعات پر بعض مذہبی پابندیاں یا قدامت پسند رویے ترقی میں رکاوٹ کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ کچھ ماہرین کا کہنا ہے کہ مذہب جب سخت قواعد اور روایات میں بند ہو جائے، تو یہ انسان کی تخلیقی صلاحیت، تنقیدی سوچ، اور معاشرتی جدت کو محدود کر سکتا ہے۔

دوسری جانب، بہت سے ماہرین اور مصلحین یہ موقف بھی پیش کرتے ہیں کہ مذہب بذات خود ترقی کا مخالف نہیں؛ بل کہ اسے مثبت سمت دینے والا ذریعہ ہے۔ مذہبی تعلیمات میں انسانیت کی بھلائی، انصاف، مساوات، اخلاقیات، اور علم کی قدر جیسے اصول شامل ہیں، جو فرد اور معاشرہ دونوں کی ترقی میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ اصل مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب مذہب کو سخت اور غیر لچک دار انداز میں اپنایا جائے، یا مذہبی روایات کو محض تقلید کے طور پر نافذ کیا جائے، بغیر اس کے کہ ان کو دور حاضر کے حالات کے مطابق سمجھا اور اپنایا جائے۔

ادھر یہ بات بھی بڑی اہم ہے کہ ہم ایک ایسے معاشرے میں رہ رہے ہیں جو عالمی گاؤں میں تبدیل ہو چکا ہے؛ لہٰذا اس دنیا اور معاشرے کے تقاضے اور ضرورتیں پوری طرح بدل گئیں ہیں۔ تصور کیجیے! جس طرح کے مسائل آج ہمارے سامنے ہیں یقیناً وہ اب سے پہلے نہیں تھے اور اسی طرح اب جو مسائل و احوال ہیں وہ آگے نہ ہوں گے۔ گویا معاشرتی تقاضے بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ ان بدلتے سماجی حالات میں سب سے بڑا چیلنج مذہب کو درپیش ہے وہ اس طرح کہ آج نئی نئی چیزیں وجود میں آ رہی ہیں ان کے متعلق مذہب کی تعلیمات کیا ہیں مثلاً ہمارے سامنے اے آئی کے نام سے ایک ٹیکنالوجی کا وجود عمل میں آیا ہے، اب کتنے افراد کے ذہنوں میں یہ سوال ہوگا کہ آیا اس کے استعمال پر مذہب کیا کہتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف مذاہب و ادیان سے وابستہ افراد و طبقات ایک ساتھ رہ رہے ہیں اس طرح کے تکثیری سماج میں کس طرح رہا جائے؟ کیونکہ جب ہم فقہی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے زمین کی تقسیم اس وقت کے لحاظ سے کی تھی جنھیں ہم دارالاسلام، دارالحرب، دارالامن اور دارالمعاہدہ جیسی اصطلاحوں سے جانتے ہیں۔ یقیناً آج دنیا میں معاشرتی تنوع اور سماجی رہن سہن نے فقہاء کی متذکرہ بالا تقسیم کی تطبیق کو مشکل بنا دیا ہے؛ کیوں کہ اس وقت متعدد مذاہب کے افراد ایک ساتھ رہ رہے ہیں، جسے ہم تکثیری سماج کہتے ہیں۔ ظاہر ہے تکثیری سماج کی ضرورتیں بالکل الگ ہیں اور اس میں پائے جانے والے شرعی احکام کی نوعیت بھی الگ ہوگی۔ اس لیے ارباب علم و تحقیق کو اب یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ فقہاء نے جن ناموں سے زمین کی تقسیم کی تھی اور اس کے مطابق معاشرتی و سماجی مسائل بیان کیے تھے آج نہ ان ایجاد کردہ اصطلاحوں کی ضرورت ہے اور نہ ہی ان مسائل کی جو ہمیں اس حوالے سے ملتے ہیں۔ گویا اس وقت جدید دنیا میں رہنے کے آداب و اخلاق کیا ہیں اور نئی ایجادات سے استفادہ کا کیا حکم ہے اس پر سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔

مذہب کا تنقیدی مطالعہ

مذہب و دین پر عصری آراء کا مطالعہ بتاتا ہے کہ مذہب کی بابت جو نظریات پائے جاتے ہیں ان میں ایک رائے تو یہ ہے کہ مذہب عہد حاضر کے تقاضوں اور تحدیات کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے، بالفاظ دیگر مذہب نوع انسانی کی کامل رہنمائی نہیں کرتا ہے۔ مذہب انسان کی سوچ و فکر کو محدود کرتا ہے۔ ترقی اور خوشحالی میں سد باب ہے، آزاد خیالی پر قدغن لگاتا ہے۔ اسی طرح کی اور بھی دیگر باتیں ہیں جو مذہب کے حوالے سے کی جاتی ہیں۔ اسی پر بس نہیں؛ بل کہ مذہب کے متعلق باقاعدہ اس طرح

کی کتابیں بھی تحریر کی گئیں جن میں یہ تصور دیا گیا کہ مذہب معاشرتی ترقی اور علم وفضل میں رکاوٹ بھی ہے اور مذہب سے معاشرے کے اندر احساس کمتری بھی پیدا ہوتی ہے چنانچہ Christopher Hitchens کرسٹوفر ہچنز (1949-2011) جو کہ ایک مشہور انگریزی نژاد امریکی مصنف، صحافی اور نقاد تھا۔ وہ مذہب پر تنقید کی وجہ سے معروف ہے۔ اس نے ایک کتاب "God Is Not Great: The Case Against Religion" کے عنوان سے لکھی ہے اس کتاب میں تاریخی، سیاسی اور سماجی مثالوں کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مذہب اکثر انسانی ترقی اور عقل کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔ کتاب میں یہ بھی پیش کیا گیا ہے مختلف مذاہب نے سچائی کی بجائے تعصب اور فرقہ واریت کو جنم دیا ہے۔ ہچنز کا موقف ہے کہ مذہب نے سائنسی ایجادات کو دبانے، عورتوں کو کمتر ثابت کرنے اور آزادی اظہار پر پابندیاں لگانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ وہ مذہب کو اخلاقیات کا ماخذ ماننے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان اپنی عقل اور تجربے سے بہتر اخلاقی اصول تشکیل دے سکتا ہے۔ یہ کتاب مذہب مخالف سوچ رکھنے والوں کے لیے دلیل فراہم کرتی ہے، مگر ساتھ ہی مذہب کے ماننے والوں کو بھی اپنی پوزیشن پر نظر ثانی کا موقع دیتی ہے۔

اسی طرح سام ہیرس (Sam Harris) ایک مشہور امریکی فلسفی، مصنف، نیورو سائنس دان اور عوامی دانشور ہے۔ ان کی پیدائش 9/اپریل 1967ء کو لاس اینجلس، کیلی فورنیا میں ہوئی۔ وہ خاص طور پر مذہب، اخلاقیات، سائنسی فکر اور سیکولرزم پر اپنی تحریروں اور لیکچرز کی وجہ سے جانے جاتے ہیں۔ انھوں نے ایک کتاب "The end of faith" کے عنوان پر لکھی ہے۔ یہ کتاب مذہبی ایمان اور جدید دور کے مسائل کا تنقیدی جائزہ پیش کرتی ہے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ مذہب کے نام پر دنیا میں جتنا تشدد، شدت پسندی اور دہشت گردی پھیلی ہے، وہ انسانی تہذیب کی ترقی کے لیے خطرہ ہے۔ وہ مذہبی عقائد کو غیر عقلی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایمان کے نام پر عقل اور شواہد کو قربان کر دینا ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ کتاب میں ہیرس نے مذہب کے ساتھ ساتھ انتہا پسندی، جہاد، شہادت کے نظریے اور مذہبی سیاست کا بھی تجزیہ کیا ہے۔ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر انسانیت کو آگے بڑھنا ہے تو مذہب کے بجائے سائنسی سوچ اور آزاد فکر کو اپنانا ہوگا۔ یہ کتاب مغرب میں بہت زیادہ زیر بحث رہی اور اس نے مذہب اور جدیدیت کے تعلق پر کئی مباحث کو جنم دیا۔

میشل آنفرے (پیدائش: 1/جنوری 1959ء، فرانس) ایک معروف فلسفی، مصنف اور استاد ہیں۔ وہ اپنے مادیت پر مبنی فلسفے، لادینیت (Atheism) کے لیے مشہور ہیں۔

انھوں نے ایک کتاب "Atheist Manifesto" کے عنوان پر لکھی ہے اس کتاب میں تین بڑے مذاہب عیسائیت، یہودیت اور اسلام پر تنقیدی گفتگو کی گئی ہے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ یہ مذاہب صدیوں سے انسانی ذہن پر حاکم رہے ہیں اور آزادیِ فکر کو محدود کرتے ہیں۔ کتاب میں مذہبی عقائد کی تاریخ اور ان کے سماجی اثرات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آنفرے کے مطابق مذہب نے عورتوں کو کم تر دکھایا، آزادی کو روکا اور سچائی کی بجائے خوف کو فروغ دیا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مذہب نے سیاسی طاقتوں کو جواز فراہم کیا، جس کے نتیجے میں جبر اور استحصال بڑھا۔ اس کتاب کا مقصد مذہب کو مکمل طور پر رد کرنا اور ایک الحادی، عقلی اور سائنسی طرزِ فکر کی وکالت کرنا ہے۔

ایک اور کتاب Herman Philipse (پیدائش: 13 مئی 1951، ہالینڈ) نے لکھی ہے جو کہ ایک معروف ڈچ فلسفی اور پروفیسر ہیں۔ ان کا خاص میدان مذہب کی فلسفیانہ تنقید، اخلاقیات، سائنسی سوچ اور جدید فلسفہ ہے۔

ان کی کتاب کا عنوان ہے "God in the age of Science?" اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں مذہب اور سائنسی فکر کے تعلق کو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ مصنف کا مقصد یہ ہے کہ عقیدے کے حق میں پیش کیے جانے والے روایتی دلائل کو سائنس اور منطق کی روشنی میں جانچا جائے۔ کتاب میں یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ کیا خدا کے وجود کو عقلی یا سائنسی دلائل سے ثابت کیا جا سکتا ہے؟ کتاب میں مختلف فلسفیانہ دلائل مثلاً کائناتی دلیل، اخلاقی دلیل اور معجزات کی بنیاد پر ہونے والی بحثوں کا تنقیدی تجزیہ کیا ہے۔ ان کا نتیجہ یہ ہے کہ مذہبی دلائل جدید سائنسی فکر کے سامنے کمزور پڑ جاتے ہیں۔

اسی طرح اور بھی بہت سے مفکرین و مصنّفین ہیں جنھوں نے اس نوعیت کی کتابیں تحریر کیں اور یہ تاثر دیا کہ مذہب بنیادی طور پر سماجی ترقی اور دیگر معاملات و مسائل میں سد باب ہے اس لیے اگر معاشرے کو آگے بڑھنا ہے تو عقلی اور منطقی بنیاد پر ہی سوچنا ہوگا اور آگے بڑھنا ہوگا۔ سماج کو مذہب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح کے نظریات اور خیالات سے مسلح افراد کے لیے متذکرہ بالا مواد تقویت پہنچاتا ہے۔

مذہب کو درپیش عصری چیلنجز

عام طور پر مذہب کو جو چیلنجز درپیش ہیں ان کو یقیناً متذکرہ بالا یا اس جیسے لٹریچر سے تقویت ملتی ہے۔ یہاں یہ عرض کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عصرِ حاضر کو سائنسی ایجادات، ٹیکنالوجی کی

تیز رفتار ترقی، گلوبلائزیشن اور فکری تنوع کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ ایسے میں مذہب کو نئے سوالات اور چیلنجز کا سامنا یقیناً ہے۔ وہ سوالات نہ صرف انفرادی سطح پر پیدا ہوتے ہیں؛ بل کہ اجتماعی، سماجی، سیاسی اور اخلاقی پہلوؤں کو بھی اپنی لپیٹ میں لیتے ہیں۔

جدید سائنس نے کائنات، زمین اور انسانی وجود کے بارے میں ایسے نظریات پیش کیے جو روایتی مذہبی تفاسیر سے مختلف ہیں۔ مثال کے طور پر ارتقا، کا نظریہ تخلیقِ آدم کے قصے کو براہِ راست چیلنج کرتا ہے۔ جدید دور میں ریاست اور مذہب کو علیحدہ کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ مغربی دنیا میں سیکولرزم نے مذہب کو ذاتی دائرے تک محدود کردیا ہے۔ اس کے نتیجے میں مذہب کی سماجی و سیاسی حیثیت کمزور ہوئی ہے۔ مزید یہ کہ لادینیت (Atheism) اور الحادی تحریکیں مذہب کو غیر ضروری یا حتیٰ کہ نقصان دہ قرار دیتی ہیں۔ یہ رویے مذہب کے ماننے والوں کے لیے فکری چیلنج ہیں۔ بائیو ٹیکنالوجی، جینیاتی انجینئرنگ، مصنوعی ذہانت اور جدید طب نے انسانیت کو کئی ایسے سوالات کے سامنے لا کھڑا کیا ہے جن کا تعلق براہِ راست اخلاقیات سے ہے۔ کیا انسان کو زندگی اور موت پر کنٹرول حاصل کرنے کی اجازت ہونی چاہیے؟ کیا کلوننگ یا مصنوعی ذہانت اخلاقی طور پر درست ہیں؟ ایسے مسائل میں مذہب اب بھی ایک مضبوط اخلاقی بنیاد فراہم کرتا ہے یا نہیں؟ لیکن یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ کیا مذہبی تعلیمات اتنی لچک رکھتی ہیں کہ وہ ان نئے مسائل کا جواب دے سکیں۔ دنیا ایک عالمی گاؤں میں تبدیل ہوچکی ہے۔ مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے لوگ ایک ہی سماج میں رہ رہے ہیں۔ اس تناظر میں مذہب کے لیے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ وہ برداشت، رواداری اور مکالمے کو فروغ دے۔ اگر مذہب شدت پسندی اور عدم برداشت کو بڑھاوا دیتا ہے تو وہ عالمی امن وترقی کے لیے رکاوٹ بن سکتا ہے۔ موجودہ دور میں انسان زیادہ تر مادی ترقی اور سہولتوں میں الجھا ہوا ہے۔ اس ماحول میں روحانی خلا اور ذہنی دباؤ بڑھ رہا ہے۔ مذہب کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ وہ انسان کو سکونِ قلب، روحانی توانائی اور زندگی کا مقصد فراہم کرے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ مذہب پر یہ تنقید بھی کی جاتی ہے کہ وہ بعض اوقات روایت پرستی اور جمود کا شکار رہتا ہے، جو جدید ذہن کے لیے قابلِ قبول نہیں۔

مذہب پر اعتراضات کا علمی رد

عالمی تناظر میں آج مذہب کو جو چیلنجز ہیں ان کا جواب بھی اربابِ علم نے دیا ہے اور اس موضوع پر باقاعدہ کتابیں بھی تحریر کی ہیں۔ دراصل مذہب پر اعتراضات کا سلسلہ قدیم زمانے سے

جاری ہے۔کبھی عقل و منطق کے نام پر، کبھی سائنس اور فلسفہ کی روشنی میں، اور کبھی سماجی و سیاسی حوالوں سے مذہب کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ان اعتراضات میں یہ کہا گیا کہ مذہب غیر منطقی ہے، سائنس کے خلاف ہے، انسانی آزادی کو محدود کرتا ہے یا معاشرتی جمود کو بڑھاتا ہے۔مگر تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ مذہب پر کیے گئے اکثر اعتراضات یا تو غلط فہمیوں پر مبنی ہیں یا جانبدارانہ رویےّ کا نتیجہ۔مذہب پر ہونے والے اعتراضات کی تردید مفکرین و اسکالر نے علمی انداز میں دی ہے۔ علمی انداز ہی ایک ایسا ہتھیار ہے جو کسی بھی معترض کو لا جواب کرنے اور اس کی تشفی کے لیے ضروری ہے۔چناں چہ اس حوالے سے کئی زبانوں عربی، انگریزی، اُردو کے ساتھ ساتھ اور دیگر زبانوں میں بھی میں کام ہوا اور مذہب پر اٹھنے والے اعتراضات کا جواب دیا گیا۔اس حوالے سے ایک اہم علمی دستاویز ”موسوعة البیان الإسلامی للرد علی الإفتراء ات والشبهات“ کے نام سے تیار کی گئی ہے۔یہ موسوعہ عصرِ حاضر کی سب سے بڑی علمی اور تحقیقی کاوشوں میں شمار ہوتا ہے جس کا بنیادی مقصد اسلام کے خلاف کیے جانے والے اعتراضات، افترا ءات اور شبہات کا مدلل اور تحقیقی جواب دینا ہے۔مغرب اور مشرق میں اسلام کے حوالے سے جو غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں، ان کا احاطہ اس موسوعہ میں کیا گیا ہے۔اس کے مختلف حصے ہیں جن میں قرآن پر کیے گئے اعتراضات، سنتِ رسول ﷺ پر اعتراضات، عقائدِ اسلامی پر شبہات، اسلام اور انسانی حقوق، اسلام اور سائنس، اسلام اور دیگر ادیان کے تعلقات جیسے موضوعات شامل ہیں۔اس موسوعہ کی خاص بات یہ ہے کہ یہ صرف دفاعی انداز میں لکھی گئی کتاب نہیں؛ بل کہ تحقیقی اور تجزیاتی اسلوب اپناتی ہے۔اس میں پہلے اعتراض یا شبہ کو پورے امانت دارانہ انداز میں بیان کیا جاتا ہے تاکہ قاری حقیقتِ حال سے واقف ہو جائے۔پھر قرآن، سنت، عقل اور تاریخ کے دلائل کے ساتھ اس کا تفصیلی جواب دیا جاتا ہے۔اس میں جدید مغربی فلسفے اور سائنسی اعتراضات کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔

یہ موسوعہ نہ صرف عام قاری بل کہ محققین اور طلبہ کے لیے بھی قیمتی سرمایہ ہے۔اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی بنیادیں استدلال، علم اور حکمت پر قائم ہیں، اور جو اعتراضات اس پر کیے جاتے ہیں وہ زیادہ تر جہالت، تعصب یا جانبداری پر مبنی ہوتے ہیں۔

اسی طرح احمد شوقی ابراہیم نے ”موسوعة الرد علی الشبهات والإفتراءات الموجهة ضد الإسلام“ کے نام سے ایک موسوعہ ترتیب دیا ہے۔اس میں جدید دور کے ان اعتراضات کا ایک جامع علمی جواب ہے جو مختلف ذرائع سے اسلام پر کیے جاتے ہیں۔مصنف احمد شوقی ابراہیم نے بڑی

محنت اور تحقیق کے ساتھ ان اعتراضات کو جمع کیا اور ان کا علمی و تحقیقی رد پیش کیا ہے۔ اس موسوعہ میں سب سے پہلے یہ وضاحت کی جاتی ہے کہ اعتراضات کہاں سے پیدا ہوتے ہیں اور ان کی اصل بنیاد کیا ہے۔ پھر ان کا تجزیہ کیا جاتا ہے اور ان کے جوابات قرآن، سنت اور تاریخی دلائل کے ساتھ دیے جاتے ہیں۔

کتاب میں اسلام کے بنیادی اصولوں جیسے توحید، رسالت، آخرت اور شریعت کے بارے میں پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام شدت پسند مذہب ہے، یا یہ کہ اسلام عورتوں کے حقوق کو محدود کرتا ہے، یا یہ کہ اسلام سائنس کے خلاف ہے۔ مصنف ان سب اعتراضات کا تفصیلی جواب دیتا ہے اور یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ سب شبہات علمی بنیادوں سے خالی ہیں۔ کتاب کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ یہ جدید قارئین کی زبان اور اسلوب میں لکھی گئی ہے، اس میں مغربی فلسفہ، سیکولرازم اور ملحدین کے دلائل کا براہِ راست جواب دیا گیا ہے۔ یہ محض روایتی رد نہیں بل کہ جدید علمی مکالمہ ہے۔ یہ موسوعہ ان قارئین کے لیے انتہائی مفید ہے جو الحاد، اسلاموفوبیا یا دیگر فکری چیلنجز سے دوچار ہیں۔ حکمت بن بشیر بن یاسین کی کتاب "سلسلة الرد علی الشبهات" میں مختلف ابواب کے ذریعے ان شبہات کو جمع کیا گیا ہے جو اسلام کے مختلف پہلوؤں پر اٹھائے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں اعتراضات کو الگ الگ عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے جیسے قرآن مجید پر اعتراضات، سیرتِ نبوی ﷺ پر اعتراضات، اسلام اور خواتین کے حقوق، اسلام اور غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات، جہاد کے بارے میں غلط فہمیاں وغیرہ۔ مصنف نے ان شبہات کا جواب نہایت مدلل اور منطقی انداز میں دیا ہے۔ ان کے اسلوب کی خوبی یہ ہے کہ وہ پہلے اعتراض کو اچھی طرح وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں تا کہ قاری جان سکے کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔ اس کے بعد وہ قرآنی آیات، احادیث اور عقل و منطق کی روشنی میں اس کا جامع جواب دیتے ہیں۔

یہ سلسلہ عام قارئین کے لیے بھی مفید ہے کیونکہ اس میں آسان زبان استعمال کی گئی ہے، اور محققین کے لیے بھی سودمند ہے کیونکہ اس میں تاریخی اور فلسفیانہ دلائل بھی شامل ہیں۔

کتاب کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان نوجوان جن کے ذہنوں میں مختلف اعتراضات ڈالے جاتے ہیں وہ اطمینان اور دلیل کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہیں۔ ساتھ ہی یہ غیر مسلم قارئین کے لیے بھی مفید ہے تا کہ وہ اسلام کے اصل پیغام کو جان سکیں۔

محمد حسین عباس ہاشم کی کتاب "الرد علی الشبهات" میں اسلام پر کیے گئے عام اعتراضات

اوران کے جوابات دیے گئے ہیں۔مصنف نے کوشش کی ہے کہ ان شبہات کوسادہ انداز میں بیان کیا جائے اوران کا جواب بھی عام فہم دلائل کے ساتھ دیا جائے تاکہ قاری آسانی سے سمجھ سکے۔

کتاب میں زیادہ زور بنیادی عقائد پر ہے جیسے توحید، رسالت اور قرآن کی حقانیت۔علاوہ ازیں کچھ سوشل اعتراضات جیسے اسلام میں خواتین کا مقام، جہاد کا تصوراور اسلام اور سائنس کے تعلق پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔اس کتاب کی اہمیت یہ ہے کہ یہ ایک عام مطالعہ کرنے والے کے لیے بہت موزوں ہے جو لمبی موسوعات اور تحقیقی کتابوں کا مطالعہ نہیں کرسکتا۔اس میں مختصر مگر مدلل انداز میں شبہات کا رد کیا گیا ہے۔

یہ کتاب اسلاموفوبیا اور جدید میڈیا کے پھیلائے گئے اعتراضات کا جواب دینے کے لیے بہترین ماخذ سمجھی جاسکتی ہے۔

اسلام اور جدیدیت،ہم آہنگی یا تضاد؟

مذہب انسانی زندگی کی تہذیبی اور روحانی بنیاد ہے۔تاریخِ انسانی پر نگاہ ڈالی جائے تو یہ حقیقت نمایاں ہوکر سامنے آتی ہے کہ مذہب نے فرد اور معاشرے کو نہ صرف اخلاقی اصول عطا کیے؛ بل کہ انسانی اقدار، عدل وانصاف اور امن ورواداری کے تصورات کو بھی جلا بخشی۔انسان کی فطرت میں یہ رجحان شامل ہے کہ وہ کائنات کے رازوں اور اپنے وجود کے مقصد کو سمجھنے کی جستجو کرے، اور مذہب نے ہمیشہ اس جستجو کا جواب فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔تاہم عصرِ حاضر میں مذہب کو کئی نئے اور نازک چیلنجز کا سامنا ہے جنھوں نے اسے فکری اور عملی سطح پر ایک کڑی آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ مذہب کی افادیت آج بھی قائم ہے۔یہ انسان کو روحانی سکون فراہم کرتا ہے، اس کی اخلاقی تربیت کرتا ہے اور معاشرے میں انصاف، مساوات اور بھائی چارے کو فروغ دیتا ہے۔اصل ضرورت یہ ہے کہ مذہب کو عصرِ حاضر کے سائنسی اور سماجی تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرتے ہوئے پیش کیا جائے۔اس کے لیے مذہبی علما،مفکرین اور دانشوروں کو ایک ایسا بیانیہ تشکیل دینا ہوگا جو نہ صرف عقل و منطق کے معیار پر پورا اترے بل کہ انسانی ضروریات اور عالمی امن کے لیے بھی راہ ہموار کرے۔

یوں کہا جاسکتا ہے کہ مذہب اور عصرِ حاضر کے چیلنجز کا مقابلہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب مذہب کو اس کی اصل روح، یعنی انسانیت کی بھلائی، اخلاقی اصلاح اور عالمی امن کے تناظر میں سمجھا اور پیش کیا جائے۔یہی وہ راستہ ہے جو مذہب کو ایک مثبت اور تعمیری قوت کے طور پر دنیا کے سامنے لاسکتا ہے۔عام طور پر یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ مذہب جدیدیت کا مخالف ہے یا مذہب میں جدیدیت کی

کوئی گنجائش نہیں ہے۔اسی طرح مذہب کو دقیانوسی خیالات کا حامل کہا جاتا ہے۔دراصل یہ تمام افکار اس لیے پیدا ہوئے ہیں کہ جو طبقہ مذہب پر اس طرح کے اعتراضات کرتا ہے وہ مذہب کی اصل روح سے واقف نہیں ہے، اس نے مذہب کے نام پر غلط چیزوں کا مطالعہ کیا ہے۔ چنانچہ اکمل الدین احسان اوغلو نے "Islam and the Challenges of Modernity" کے عنوان سے ایک اہم کتاب لکھی ہے اس کتاب میں اسلام اور عصرِ حاضر کے باہمی تعلق پر ایک گہری فکری جستجو پیش کی گئی ہے۔مصنف نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اسلام محض ماضی کی یادگار نہیں؛ بل کہ ایک زندہ اور ہمہ گیر نظامِ حیات ہے جو بدلتے وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوسکتا ہے۔جدید سائنسی ترقی، سیکولرزم، جمہوریت، انسانی حقوق اور گلوبلائزیشن جیسے مسائل کا اسلام کس طرح جواب دیتا ہے، یہ کتاب ان تمام پہلوؤں کو مدلل انداز میں واضح کرتی ہے۔اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مسلم معاشرے کس طرح اپنی علمی وفکری روایت کو برقرار رکھتے ہوئے جدید دنیا میں مؤثر کردار ادا کرسکتے ہیں۔کتاب کا مرکزی پیغام یہ ہے کہ اسلام ایک ہمہ جہت دین ہے جو اجتہاد اور فکرِ نو کی بدولت ہر دور کے مسائل کا حل فراہم کرتا ہے۔

ایک اور کتاب مراد ہوفمان نے "Islam and the Challenge of Civilization" پر ایک اہم کتاب تحریر کی ہے اس کتاب میں اسلام اور مغربی تہذیب کے باہمی تعلق کا ایک فکری مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔مصنف نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا اسلام جدید مغربی تہذیب کے چیلنجز کا مقابلہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اسلام نہ صرف مغرب کے فکری بحران کا جواب رکھتا ہے بل کہ اس کے اندر ایک ایسا ہمہ گیر اخلاقی اور روحانی نظام موجود ہے جو انسانیت کو امن، انصاف اور توازن فراہم کرسکتا ہے۔کتاب میں سیاسی، سماجی، فلسفیانہ اور سائنسی موضوعات پر بحث کی گئی ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ مغربی تہذیب کی کمزوریاں، جیسے اخلاقی انحطاط اور روحانی خلا، اسلام کے ذریعے پورے کیے جاسکتے ہیں۔یہ کتاب مسلم نوجوانوں کے لیے ایک فکری رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ وہ اسلام کو ایک متحرک اور جدید نظام کے طور پر سمجھیں۔

عام طور پر اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام جمہوریت کا مخالف ہے جب کہ اسلام بنیادی طور پر جمہوریت کا مخالف نہیں اس تناظر میں ہمیں خالد ابوالفضل کی کتاب "Islam and the Challenge of Democracy" بڑی اہمیت کی حامل ہے۔یہ کتاب اسلام اور جمہوریت کے تعلق پر ایک اہم مکالمہ ہے۔خالد ابوالفضل نے اس میں بتایا ہے کہ اسلام جمہوری اقدار کے

ساتھ کس حد تک ہم آہنگ ہوسکتا ہے۔ کتاب میں یہ نکتہ اجاگر کیا گیا ہے کہ اسلامی اصول، جیسے شوریٰ، مساوات، انصاف اور انسانی وقار، بنیادی طور پر جمہوری اقدار سے متصادم نہیں؛ بل کہ ان کی تائید کرتے ہیں۔ تاہم مصنف اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اسلامی معاشروں میں جمہوریت کا قیام محض مغربی ماڈل کی نقل سے ممکن نہیں؛ بل کہ اسے اسلامی روایت اور فقہی اجتہاد کی روشنی میں تشکیل دینا ہوگا۔ کتاب میں مذہب اور سیاست کے تعلق، مذہبی آزادی، خواتین کے حقوق اور انسانی وقار جیسے موضوعات پر تفصیل سے بات کی گئی ہے۔ یہ کتاب مذہب اور عصرِ حاضر کے سیاسی چیلنجز کا ایک متوازن جواب فراہم کرتی ہے۔

مذہب اسلام پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ وہ انسانی حقوق کا مخالف ہے جب کہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ اسلام میں انسانی حقوق کے تحفظ کے حوالے سے جو اقدامات ملتے ہیں وہ غیر معمولی ہیں، قرآن کریم میں بیشتر آیات، احادیث رسول، اسی طرح خطبہ حجۃ الوداع اور دیگر اہم معاہدات و دستاویزات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ اسلام انسانی حقوق کا حقیقی معنوں میں علمبردار ہے۔ چناں چہ عبدالعزیز سچید ینہ کی کتاب "Islam and the Challenge of Human Rights" بتاتی ہے کہ اسلام میں تحفظ نفس اور حقوق انسانی کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ یہ کتاب انسانی حقوق کے تناظر میں اسلام کے موقف پر ایک مفصل علمی بحث ہے۔ عبدالعزیز سچید ینہ نے اس میں واضح کیا ہے کہ اسلام انسانی حقوق کا مخالف نہیں؛ بل کہ ان کا ضامن ہے، تاہم ان کے فہم اور اطلاق میں تاریخی اور ثقافتی فرق پایا جاتا ہے۔ کتاب میں آزادیِ رائے، مذہبی آزادی، صنفی مساوات اور سیاسی حقوق جیسے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ مصنف دلیل دیتے ہیں کہ قرآن وسنت کی بنیاد پر انسانی حقوق کے ایسے اصول اخذ کیے جاسکتے ہیں جو عصرِ حاضر کے عالمی معیارات سے ہم آہنگ ہوں۔ کتاب یہ بھی دکھاتی ہے کہ اسلامی روایت میں اجتہاد اور عقل کی بنیاد پر انسانی حقوق کی ایک متحرک تعبیر موجود ہے۔ یہ کتاب مغرب اور مسلم دنیا کے درمیان مکالمے کی ایک اہم کڑی ہے اور مذہب کے خلاف اٹھنے والے انسانی حقوق کے اعتراضات کا مضبوط جواب فراہم کرتی ہے۔

اس تناظر میں Daniel R Chadwick کی کتاب "Three Challenges to Religion Knowledge & Skepticism" بڑی اہمیت کی حامل ہے؛ کیوں کہ اس کتاب میں فکری اور عملی مسائل پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ اس کتاب میں بنیادی طور پر تین بڑے چیلنجز کی وضاحت ملتی ہے جو مذہب کو درپیش ہیں: علم، شک اور انسانی تجربہ۔ مصنف مذہب کے ماننے والوں

اور شک کرنے والوں دونوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ کیا مذہب آج کے سائنسی اور فکری دور میں اپنی معنویت برقرار رکھ سکتا ہے؟ وہ مذہب کی روایتی تشریحات کو سائنسی نظریات، فلسفیانہ مباحث اور انسانی عقل کی روشنی میں پرکھتے ہیں۔ کتاب میں دلیل اور تنقید کے ساتھ ساتھ مذہب کی مثبت قدروں کو بھی اجاگر کیا گیا ہے؛ تاکہ قاری کو یہ احساس ہو کہ مذہب صرف عقائد کا مجموعہ نہیں؛ بل کہ ایک زندہ فکری واخلاقی قوت بھی ہے۔ اس میں مذہبی تجربات اور انسانی شعور کے تعلق پر بھی بحث کی گئی ہے، اور بتایا گیا ہے کہ شک وتحقیق کے باوجود مذہب انسان کی زندگی میں اخلاقی رہنمائی اور وجودی معنویت فراہم کرسکتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب مذہب، فلسفہ اور سائنس کے درمیان مکالمے کو آگے بڑھانے کی سنجیدہ کوشش ہے۔ اسی طرح رضا اسلان کی کتاب "No God but God: The Origins, Evolution, and Future of Islam" میں بتایا گیا ہے کہ اسلام صرف ماضی کی مذہبی روایت نہیں بل کہ ایک زندہ دین ہے جو عصر حاضر کے چیلنجز کے جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کتاب میں تاریخی حقائق، فقہی مباحث، اور مختلف مسلم مکاتب فکر کی بحث شامل ہے۔ مصنف نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ اسلام میں اجتہاد، فکری بحث اور عقل کی روشنی میں نئے مسائل کا حل موجود ہے۔ یہ کتاب خاص طور پر مسلمانوں کے لیے مفید ہے تاکہ وہ جدیدیت، سیکولرزم، اور عالمی مکالمے کے تناظر میں اسلام کی معنویت اور طاقت کو سمجھ سکیں۔

متذکرہ بالا شواہد وحقائق کی روشنی میں یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ وہ معاشرے جنہوں نے مذہب کو ترقی کے لیے محرک سمجھا اور اجتہاد، علم اور تحقیق کے لیے اسے معاون بنایا، وہ زیادہ کامیاب اور ترقی یافتہ ہوئے۔ اس کے برعکس وہ معاشرے جو مذہب کو صرف قدیم روایت یا پابندی کے طور پر دیکھتے رہے، بعض اوقات فکری، معاشی اور سماجی پسماندگی کا شکار ہوئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مذہب بذات خود ترقی میں رکاوٹ نہیں؛ بل کہ اس کی تشریح اور اطلاق کے طریقے ہی اسے ترقی کے لیے معاون یا مخالف بناسکتے ہیں۔ مذہب کی تعلیمات کو فہم، عقل اور دورِ حاضر کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرکے انسان اپنی اخلاقی اور روحانی بنیادیں برقرار رکھتے ہوئے ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکتا ہے۔ اس لیے سوال مذہب ترقی میں رکاوٹ ہے؟ کا جواب سادہ نہیں بل کہ معروضی اور تجزیاتی ہونا چاہیے، اور یہ معاشرتی، علمی اور فکری تناظر میں سمجھا جانا چاہیے۔

* * *

اسلام خالص مذہب ہے

از: مولانا محمد عاصم کمال الاعظمی
مدرسِ عربی مدرسہ بیت العلوم سرائے میر، اعظم گڑھ

دنیا میں جتنے مذاہب اور طریقے ہیں اور مذہب وعقیدے کے نام پر جتنی شکلیں اور رسمیں موجود ہیں یوں تو ہر مذہب کے ماننے والے اپنے مذہب کو درست کہتے ہیں اور تمام طریقوں اور رسموں کی اتباع کرنے والے اپنے طریقوں اور رسموں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے دلیلیں دیتے ہیں؛ لیکن درحقیقت مذہب صرف اسلام ہے، جس کو قرآن نے یوں کہا ہے: وان هذه امتكم امة واحدة وأنا ربكم فاتقون، فتقطعوا أمرهم بينهم زبرا، كل حزب بما لديهم فرحون [سورۃ المومنون: ۵۱-۵۴] ''اور یقیناً یہ تمہارا دین ہے ایک (ہی) دین! اور میں تمہارا پروردگار ہوں، اس لیے مجھ سے ڈرتے رہو، پھر آپس میں انھوں نے اپنے (دین کے) معاملے کو ٹکڑے ٹکڑے کرلیا، ہر فرقہ اس (چیز) پر مگن ہے جو اس کے پاس ہے''۔ [سب سے آسان ترجمہ قرآن، ص: ۳۴۶]۔ ان آیات کے تحت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''یعنی اصول کے اعتبار سے تمام انبیاء کا دین وملت ایک اور سب کا خدا بھی ایک ہے، جس کی نافرمانی سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے؛ لیکن لوگوں نے پھوٹ ڈال کر اصل دین کو پارہ پارہ کردیا اور جدی جدی راہیں نکال لیں، اسی طرح آراء واہواء کا اتباع کرکے سینکڑوں فرقے اور مذہب بن گئے۔ اور ہر فرقہ سمجھتا ہے کہ ہم ہی حق پر ہیں اور ہماری راہ سیدھی ہے''۔ [ترجمہ شیخ الہند: سورہ مومنون، ص ۴۶۰]

لیکن اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ دیگر مذاہب اور ان کے خداؤں کو برا بھلا کہنے سے منع کرتا ہے اور برا ءت کرتے ہوئے صاف کہتا ہے کہ: لَكُمْ دِيْنُكُم ولي دين [سورہ الکافرون: ۶] ''تمہارے لیے تمہارا دھرم ہے اور میرے لیے میرا مذہب!'' [ایضا: ۶۱۰]۔ تفسیر عثمانی میں ہے:

''اور جو دین قویم اللہ نے ہم کو مرحمت کیا ہے اس پر نہایت خوش ہیں،تم نے اپنے لیے بدبختی سے جو روش پسند کی وہ تمھیں مبارک رہے، ہر ایک فریق کو اس کی راہ اور روش کا نتیجہ مل رہے گا۔[ترجمہ شیخ الہند:ص:۸۰۶]

البتہ ایک مسلمان کے لیے یہ تاکید اور سخت حکم ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ اس دنیا میں اسلام جیسا صاف، ستھرا اور خالص نظام کسی کے پاس نہیں ہے اور کوئی مذہب اور کوئی طریقہ نہ اسلام جیسا خوبیوں والا اور نہ اسلامی تعلیمات کی طرح انصاف اور سچائی والا ہے؛ بلکہ اس وقت پوری دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا واضح مذہب ہے،جس میں کوئی فریب، ملاوٹ اور تردد نہیں ہے،اس کی تعلیمات دو دو چار کی طرح بالکل ظاہر اور روشن ہیں،اس کے احکامات وہدایات میں کہیں کسی قسم کا کوئی اشتباہ اور غلط بیانی نہیں ہے اور نہ ہی اس کی باتوں میں کوئی ٹکراؤ ہے اور نہ ہی فطرت اور عقل کے خلاف ہیں؛ بلکہ یہ دین انسانی فطرت کے مطابق خالص اور حقیقی ہے،اصلی حالت میں اور بالکل درست صورت میں ہے؛ کیوں کہ دین اسلام نے شروع سے ہی اس کا مضبوط اور بھرپور انتظام کیا ہے،اس نے اپنے آغاز سے ہی اس کا اہتمام اور پابندی کی ہے کہ کہیں کوئی بات کچی نہ ثابت ہو اور کہیں کوئی حکم اور کوئی مسئلہ مشتبہ نہ ہونے پائے اور نہ کہیں کسی موقع پر کوئی خلط ملط ہو اور نہ کوئی غلط و بے بنیاد اور خلاف فطرت بات آگے بڑھ سکے۔

اسلام کیا ہے؟

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اسلام میں بنیادی طور پر اللہ رب العزت کی ذات اور اس کا کلام ہے اور دوسرے نمبر پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور آپ کی ہدایات اور احادیث واقوال ہیں؛ اسلام کی ساری باتیں انھیں دو راستوں اور انھیں دو ذریعوں سے انسانوں کے پاس پہنچی ہیں اور اسلام کا سارا خلاصہ اللہ ورسول اللہ کی ذات اور ان کی باتیں ہیں؛ اب اگر کوئی اسلام کی تعلیمات میں کمی بیشی کرنا چاہے گا تو اللہ ورسول کی باتوں اور ان کے احکام وتعلیمات میں ہی کرے گا؛ لیکن اللہ تعالی نے اپنے غیبی اور تکوینی نظام کے ذریعے اپنے کلام (قرآن پاک) کو ہر طرح کی کمی بیشی اور تحریف وتبدیلی سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کرکے اعلان کردیا ہے: انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون [سورہ الحجر:۹] ''یقیناً ہم نے ہی نصیحت (قرآن) اتاری ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی نگہبانی کرنے والے ہیں''۔علامہ شبیر احمد عثمانی رقم فرماتے ہیں:''جس شان اور ہیئت سے وہ اترا ہے بدون ایک شوشہ یا زیر زبر کی تبدیلی کے چار دانگ عالم میں پہنچ کر رہے گا اور قیامت تک ہر طرح کی تحریف

لفظی و معنوی سے محفوظ و مضمون رکھا جائے گا، زمانہ کتنا ہی بدل جائے؛ مگر اس کے اصول واحکام نہ بدلیں گے‘‘۔[ایضا:۳۴۸]

یہ حقیقت اور مشاہدہ ہے کہ قرآن کی حفاظت کا یہ وعدہ جوں کا توں برقرار ہے، اس میں آج تک ایک حرف، ایک نقطہ اور ایک زبر زیر کی تبدیلی نہیں ہوئی؛ بلکہ قرآن کریم جس طرح اتارا گیا تھا بالکل اسی طرح آج بھی ہمارے سامنے موجود ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک رہے گا، اسی لیے قرآن میں اللہ تعالی نے خود فرمایا کہ: ومن اظلم من افترى على الله كذبا أو كذب بآياته.[سورہ الانعام:۲۱] ’’اور اس سے زیادہ ظالم کون جو بہتان باندھے اللہ پر یا جھٹلادے اس کی آیتوں کو‘‘۔یعنی جو بات اللہ تعالی نے بیان ہی نہ کی ہو یا جو بات جیسی بیان کی ہو اس کے علاوہ بیان کرنا یا اس میں کوئی کمی زیادتی کرنا ظلم ہے، حد درجہ غلط اور سزا، کے قابل عمل ہے، اس پر سخت پکڑ ہوگی۔

دوسرے نمبر پر وہ تعلیمات اور احکام ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت سے حاصل کر کے دنیا کے سامنے پیش کی ہیں اور ان کی روشنی میں انسانوں کو اور اپنے ماننے والوں کو ہدایات دی ہیں، جینے، مرنے اور دین و دنیا کے طریقے سکھائے ہیں، اللہ تعالی کا تعارف اور اس سے رابطہ کی شکلیں اور فائدے بیان کیے ہیں، چنانچہ اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بھی کوئی شبہ یا تردد نہیں ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات ماننے اور قبول کرنے کے لیے ہے اور کوئی بات ایسی نہیں ہے جو درست اور واضح نہ ہو یا اس میں سچ و جھوٹ کی ملاوٹ ہو، یا بے بنیاد اور غیر معقول ہو، اور کیوں ہو جب کہ ان کی کہی بات درحقیقت اللہ تعالی کی بات ہے، ارشاد ربانی ہے: ماضل صاحبكم وماغوى وماينطق عن الهوى، ان هو الاوحى يوحى. [سورہ النجم:۲،۳] ’’تمہارے ساتھی (محمد) نہ بھکے اور نہ بے راستہ چلے اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، یہ بس وحی ہے جو (ان پر) بھیجی جاتی ہے‘‘۔

اب اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں میں کچھ ملاوٹ کرتا ہے، یا آپ کی جانب غلط باتوں کی نسبت کرتا ہے، یعنی ایسی باتیں بیان کرتا ہے جو آپ نے بیان ہی نہیں کی، یا جس طرح اور جس معنی و مطلب کے ساتھ بات کہی ہے اس کے خلاف بیان کرتا ہے تو ایسا شخص سخت سزا کا مستحق ہے اور اس کو جہنم کی آگ میں جلنا ہوگا، ارشاد نبوی ہے: من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار.[صحیح بخاری] ’’جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ بولا وہ آگ میں اپنا ٹھکانا بنالے‘‘۔

صحابہ کرام، بزرگان دین، سلف صالحین اور علماء امت نے ہر دور میں دین کو خالص اور ہر قسم کی

ملاوٹ اورخردوبرد سے محفوظ رکھااوراس کی حفاظت کے لیے بڑی محنت کی، بڑامجاہدہ کیا، بڑی قربانیاں پیش کیں، زندگیاں کھپادیں، مال ودولت لٹادی، گھربار چھوڑ دیا، حتی کہ اپنی جانوں کا نذرانہ بھی خوشی خوشی پیش کر دیااور ہر حال میں اللہ کے قرآن اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کومحفوظ اورصحیح سالم باقی رکھا، وہ اپناسب نقصان اورسب گھاٹا برداشت کر سکتے تھے؛ لیکن دین میں کوئی بیشی اوردین میں کوئی نقصان انھیں برداشت نہیں تھا،اسی کا نتیجہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالی کا کلام ہرقسم کی ملاوٹ اورآمیزش سے ہمیشہ پاک اورصاف رہاہے اور ہر دور میں امت کاایک بڑاطبقہ تواتر اورتسلسل کے ساتھ اس کونقل کرتے اورمحفوظ کرتے چلاآرہاہے اورکسی لمحہ میں یہ خلانہ ہوا،اسی طرح اللہ کے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں صحیح سنداورمستندراویوں کے ذریعے، امت کے قابل اعتمادلوگوں کے سینوں میں اوران کی تحریروں اورزبانوں میں موجودومحفوظ چلی آرہی ہیں۔

اسلامی نظام

اسلام نے جن باتوں کوبیان کیاہے وہ بالکل ظاہرکھلی ہوئی ہیں،ان میں کسی بات کو چھپانے یاغلط فہمی میں مبتلا کرنے، یاکسی موقع پر کچھ اورکہیں کچھ، یاامیروطاقتور کے لیے الگ اسلام،غریب وعاجز کے لیے دوسرے اسلام کافارمولہ نہیں ہے، نہ اس میں کسی کے ساتھ چاپلوسی اورتملق کی گنجائش ہے اورنہ کسی کے لیے اسلامی احکام کوبدلنے اوران میں کسی کی رعایت کرنے کاسوال ہے؛ بلکہ فرمادیاگیاہے: لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق. [اخرجہ البغوی فی شرح السنۃ:۲۴۵۵] جس کام سے خالق ناراض ہووہاں مخلوق کی اطاعت نہیں ہوگی؛ حتی کہ حکم یہ ہے کہ اگرماں باپ بھی اسلام کے خلاف ابھاریں تووالدین کی بات ہرگز قابل قبول نہ ہوگی، کیوں کہ اگراس کی گنجائش ہوتی توسب سے پہلے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان،اپنے گھرگھرانے کے لوگوں ،خاص طورپراپنے پیارے اورخیرخواہ چچاابوطالب کے لیے اسلام کانظام تبدیل کردیتے اورگنجائش نکال کران کوبھی مسلمانوں کی فہرست میں شامل کرلیتے،اسی طرح صحابہ کرام بھی اپنے پیاروں کے لیے سفارش کرتے،اوراسلام میں شامل کرنے کے لیے حل ڈھونڈتے، پھریہ سلسلہ چل پڑتااور ہر دور میں لوگ اپنی ضرورت اور ماحول کے مطابق اسلام کوڈھالنے کی کوشش کرتے، پھرامیر کادین الگ ہوتا،غریب کاالگ، بادشاہ کے لیے اسلام کا دستور جدا ہوتااوررعایاکے لیے علیحدہ حکم ہوتا، پھریہ مذہب نہیں کھیل تماشہ بن جاتا،نفس پرستوں اورزورمندوں کاتختہ مشق بن کراپنی اصلی حالت سے کوسوں دورجاچکاہوتا۔

ہم اگر تاریخِ ہندستان پر نگاہ ڈالیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ اس ملک کے پایہ تخت اور اقتدارِ اعلی پر ''جلال الدین محمد اکبر'' [۱۵۴۲-۱۶۰۵] نام کا ایک بادشاہ بیٹھتا ہے اور دین اسلام کو بدل کر ''دین الٰہی'' لاتا اور نافذ کرتا ہے اور اپنی رعونت، جہالت اور حماقت کے ساتھ اسلام کو خالص رہنے نہیں دینا چاہتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ ایسا دین اور مذہب پیش کیا جائے کہ

حج کعبہ بھی کیا اور گنگا کا اشنان بھی
خوش رہے رحمان بھی، راضی رہے شیطان بھی

مگر اس وقت کے مجددِ اعظم، علماءِ زمانہ اور دین کے پاسبانوں اور اسلام کے محافظوں نے نہ صرف اس کی مخالفت کی؛ بلکہ اس مغلِ اعظم اور اکبر ہند کے منصوبے ہوا میں اڑا دیے اور اپنے عمل اور اسلامی للکار کے ساتھ یہ ثابت کر دیا کہ

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

(شہیر مچھلی شہری)

مختصر یہ کہ اسلام ایک خالص اور مبنی بر حقیقت مذہب ہے اور جو چیز خالص اور اصلی ہو وہ تھوڑی ہوتی ہے اور اس کی پہچان رکھنے والے بھی کم تعداد میں ہوتے ہیں؛ چنانچہ ہر زمانے میں غیروں کے مقابلے میں اسلام کے ماننے والے کم تعداد میں ہوں گے (سوائے قربِ قیامت کے کہ اسلام ہر کچے پکے مکان میں داخل ہو کر رہے گا) پھر یہ کہ تمام نقلی دکانیں چلانے والے اس کے مخالف اور دشمن ہوتے ہیں، کیوں کہ انھیں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر لوگوں کو ان کی حقیقت معلوم ہو جائے گی تو ان سے دور ہو جائیں گے اور اچھی باتوں اور اچھی چیزوں کو فوراً قبول کر لیں گے، اسی لیے وہ پوری طاقت صرف کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ (اصلی چیز) نقلی ہے، اس میں کمی ہے، اس میں خامی ہے، وہ لوگوں کے لیے، معاشرے کے لیے نقصان دہ اور تکلیف دہ ہے، وہ انسان اور انسانیت کے خلاف ہے وغیرہ۔

مذکورہ عنوان کے ذریعے ان مسلمانوں کو بھی متوجہ کرنا مقصود ہے جو ملک کی موجودہ صورت حال میں (سیاسی یا سماجی مصلحت کے تحت) بڑی تیزی سے غیر اسلامی امور میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان کو اس میں کسی قسم کی کوئی دقت نظر نہیں آتی ہے اور جہاں کوئی دقت نظر آتی ہے تو بجائے اس کے کہ اس موقع پر اسلامی احکام اور تعلیمات کو مضبوطی سے تھاما جائے اور اسلام کی طرف داری

اورحمایت کی جائے فوراً لامذہب، مذہب بیزار اورسیکولربن جاتے ہیں، یہ صورت حال سخت نقصان دہ ہے۔

دوسرے یہ کہ موجودہ صورت حال میں اورآنے والے وقت میں پوری دنیامیں اورخاص طور پرہندوستان میں مسلمانوں کے لیےسب سے بڑامسئلہ نئی نسل اورآنے والی نسل کے دین وایمان کی حفاظت اور بقاء ہے، لہذا پہلے ہم خودشرح صدراور پورے اطمینان ویقین کے ساتھ اسلامی احکام وتعلیمات کوقبول کریں اور ساتھ ہی نئی نسل کو بتائیں کہ اسلام کتنا سچا، خالص (Pure)، پختہ، صاف ستھرا، پاکیزہ، بھید بھاؤ سے پاک، انسانی فطرت کے مطابق اورانسانوں کے نفع اور بھلائی کا مذہب ہے اوراس پر چلنے میں دنیاوآخرت دونوں جہان میں کامیابی ہے، ورنہ ہرقسم کی پریشانی اورذلت وخسارہ ہے۔

❊ ❊ ❊

خطبۂ عید میں پڑھی جانے والی ایک حدیث کی تحقیق

از: مفتی ابوالخیر عارف محمود گلگتی

لیلۃ القدر، خاص طور پر عیدالفطر کی فضیلت کے سلسلہ میں ایک حدیث زبان زد عام ہے، بعض کتب میں اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے:

”إذا كان ليلة القدر نزل جبريل عليه السلام فى كبكبة من الملائكة، يصلون على كل عبد قائم، أو قاعد يذكر الله عز و جل، فإذا كان يوم عيدهم – يعنى يوم فطرهم – باهى بهم ملائكته، فقال: يا ملائكتى، ما جزاء أجير وفى عمله؟ قالوا: ربنا جزاؤه أن يؤتى أجره قال: يا ملائكتى، عبيدى وإمائى قضوا فريضتى عليهم، ثم خرجوا يَعُجُّونَ إلىَّ بالدعاء، وعزتى وجلالى وكرمى وعلوى وارتفاع مكانى لأجيبنهم، فيقول: ارجعوا، فقد غفرت لكم، وبدلت سيئاتكم حسنات، قال: فيرجعون مغفورا لهم“.

یعنی جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت (کے جلو) میں (زمین پر) اترتے ہیں اور ہر اس بندے پر سلام بھیجتے ہیں، یعنی ان کی مغفرت کے لیے دعا فرماتے ہیں، جو کھڑے، یا بیٹھے اللہ عز وجل کو یاد کرتے ہیں۔ پھر جب ان کی عید یعنی عیدالفطر کا دن ہوتا ہے اللہ تعالی اپنے ان بندوں سے اپنے فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: اے میرے فرشتوں! اس مزدور کی اجرت کیا ہونی چاہیے جس نے اپنا کام پورا پورا کردیا ہو؟، وہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار، اس کی اجرت یہ ہے کہ اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور بندیوں نے میرا وہ فریضہ ادا کردیا ہے جو ان پر تھا، پھر وہ دعا میں دستِ طلب دراز کرتے ہوئے نکلے ہیں، مجھے اپنی عزت، جلال، کرم اور علوِ مقام ومرتبہ کی قسم، میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا، پھر اللہ (اپنے بندوں سے) فرماتا ہے کہ لوٹ جاؤ میں نے تمہیں

بخش دیا ہے اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے؛ چناں چہ یہ لوگ بخشے بخشائے واپس لوٹے ہیں۔

اہل علم کی طرف سے تحقیق کا تقاضا:

بہت سارے اہل علم کی طرف سے تقاضا آیا کہ اس حدیث کی اسنادی حیثیت پر تحقیق کی جائے، خاص طور پر مخدوم مکرم حضرت مولانا مفتی محمد صاحب مدظلہ (جامعۃ الرشید کراچی) کا اس حدیث کی اسنادی حیثیت کے بارے میں استفسار آیا جو بندہ کے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے؛ چناں چہ تعمیل حکم میں بندہ نے کتبِ حدیث، تاریخ، رجال وتراجم وغیرہ کی مراجعت کے بعد زیرنظر تحریر مرتب کی اور استاذ محترم ومکرم محقق العصر حضرت مولانا نورالبشر صاحب دامت برکاتہم (مدیر معہد عثمان بن عفان) کی خدمت میں اصلاح کی غرض سے ارسال کیا اور حضرت الاستاذ کی طرف سے اصلاح اور تائید کے بعد اسے افادہ عام کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔

اجمالی کلام:

بندہ کی ناقص تلاش وجستجو اور ایک ہفتہ مسلسل کتب کی مراجعت سے اس حدیث کے پانچ طرق دستیاب ہوئے، جن میں سے پہلا طریق موضوع ہے، دوسرا طریق شبہ موضوع ہے، تیسرا طریق شدید ضعیف، منکر بلکہ شبہ موضوع ہے، چوتھا طریق منقطع ومعضل ہونے کے ساتھ شبہ موضوع ہے اور پانچواں طریق شدید ضعیف بلکہ شبہ موضوع ہے۔ خطبۂ عید میں بھی مذکور ہونے کی وجہ سے ہر خاص وعام اس حدیث سے واقف ہے، ذیل میں ہم اس حدیث کی سند اور اس کے پانچ طرق کا محدثین و ائمۂ جرح وتعدیل کے اقوال وکلام کی روشنی میں جائزہ پیش کریں گے، تاکہ متن کے ساتھ ساتھ اس کی اسنادی حیثیت بھی سامنے آجائے۔

تفصیلی کلام:

ان پانچ طرق میں تین طرق حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں اور دو طرق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، ان تمام طرق پر محدثین وائمۂ جرح وتعدیل کی طرف سے شدید کلام کیا گیا ہے، جب کہ متن کو بھی باطل قرار دیا گیا ہے، ذیل میں اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

تخریج حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

یہ روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے تین طرق سے مروی ہے، پہلا طریق اصرم

بن حوشب (کذاب ووضاع) کا ہے، اس روایت کے متن کو بھی باطل قرار دیا گیا ہے، تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

پہلا طریق اصرم بن حوشب:

امام بیہقی نے شعب الایمان (3/ 343، رقم:3717) اور فضائل الاوقات (1/ 318، رقم:155) میں اور ابن حبان نے الضعفاء والمجروحین (1/ 181، رقم الترجمہ:121) میں اس روایت کونقل کیا ہے، جب کہ ابن الجوزی نے الموضوعات (2/ 545، رقم:1118) میں اور سیوطی نے اللآلی (2/ 98-99) میں اور ابن عراق کنانی نے تنزیہ الشریعہ (2/ 145، رقم:3) میں بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

سند حدیث:

ذیل میں ہم امام بیہقی کی سند ذکر کر کے پھر اس پر محدثین اور ائمۂ جرح وتعدیل کا کلام ذکر کریں گے، سند ملاحظہ فرمائیں:

أخبرنا أبو سعد عبد الملك بن أبی عثمان الزاهد، نا أبو إسحاق إبراهيم بن محمد بن رجاء، أنا عبد اللّٰه بن سليمان بن الأشعث، نا محمد بن عبد العزيز الأزدی، نا أصرم بن حوشب، نا محمد بن يونس الحارثی، عن قتادة، عن أنس بن مالك - رضی اللّٰه عنه، مرفوعا.

اصرم بن حوشب پر ائمۂ جرح وتعدیل کا کلام:

اس حدیث کی سند میں ایک راوی اصرم بن حوشب الہمدانی الخراسانی ہے، کبار ائمۂ جرح وتعدیل نے ان پر سخت کلام فرمایا ہے اوران کو ضعیف، شدید ضعیف، متروک، متہم بالوضع اور کذاب تک قرار دیا ہے۔ امام بیہقی نے فضائل الاوقات (ص:319) میں اس روایت کو نقل کر کے اسے اصرم بن حوشب کا تفرد قرار دیا ہے۔

ابواسحاق جوزجانی اوراحمد بن ہارون نے اصرم بن حوشب کے بارے میں فرمایا: ضعيف.

علی بن مدینی نے اصرم بن حوشب کو شدید ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن عدی نے فرمایا: عامة رواياته غير محفوظة، وهو بين الضعف.

ابوحفص عمرو بن علی نے فرمایا: أصرم بن حوشب متروك الحديث، حدث بأحاديث مناكير، وكان يرى الإرجاء.

عقیلی نے فرمایا: يروى عن أنس نسخة عامتها مناكير.

امام نسائی نے متروک کہا ہے، جب کہ ابوحاتم اور امام بخاری ومسلم نے فرمایا: متروك الحديث.

یحییٰ بن معین نے فرمایا: كذاب خبيث.

علامہ سیوطی نے فرمایا: كذاب.

ابن حبان نے فرمایا: كان يضع الحديث على الثقات.

ان اقوال کی تفصیل کے لیے خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد (7/ 32) ملاحظہ کیجیے: أصرم بن حوشب أبو هشام الكندى من أهل همذان... وقدم بغداد، وحدث بها فكتب عنه أهلها، ثم بان لهم كذبه فتركوا الرواية عنه إلا نفرا منهم: محمد بن يحيى بن عبد الكريم الأزدى، وإبراهيم بن سعيد الجوهرى، والحسن بن أبى الربيع الجرجانى، وعنبس بن إسماعيل القزاز، وأحمد بن العباس بن المبارك التركى... حدثنا عبد الله بن على بن عبد الله المدينى، قال: سمعت أبى يقول: أصرم بن حوشب لقيناه بهمذان ثم حدث بعدنا بعجائب، وضعفه جدا. وقال عبد الله فى موضع آخر: سمعت أبى يقول: كتبت عن أصرم بن حوشب أحاديث عن أبى سنان فضربت على حديثه. ... عثمان بن سعيد الدارمى يقول: قلت ليحيى بن معين: فأصرم بن حوشب تعرفه؟ فقال: كذاب خبيث. ... عبد الكريم بن أحمد بن شعيب النسائى، حدثنا أبى، قال: أصرم بن حوشب متروك. زاد البخارى ومسلم: متروك الحديث. ... حدثنا إبراهيم بن يعقوب الجوزجانى، قال: أصرم بن حوشب رأيته بهمذان، وكتبت عنه سنة اثنتين ومائتين، ضعيف. ... حدثنا أبو الفضل صالح بن أحمد الحافظ، قال: أصرم بن حوشب أبوهشام الكندى ذكره ابن أبى حاتم فى كتاب الجرح، وقال سمعت أبى يقول: هو متروك الحديث. ... حدثنا أحمد بن هارون بن روح، قال: أصرم بن حوشب روى عن زياد بن سعد، ضعيف، مات بهمذان.اهـ.

اصرم بن حوشب کے ترجمہ اور مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (المجروحين لابن حبان (1/ 181)، الجرح والتعديل لابن أبي حاتم (2/ 336، رقم:1237)، الكامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی (1/ 403)، تاريخ الإسلام للذهبی (5/ 538، رقم الترجمة:72)، اللآلی المصنوعة للسيوطی (2/ 84)، الموضوعات لابن الجوزی (2/ 188)، العلل المتناهية لابن الجوزی

(2/ 532)، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الأحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ لابن عراق الکنانی (2/ 173).

متنِ حدیث کا بطلان:

ابن حبان نے المجروحین (1/ 181) میں ابوحاتم سے ان الفاظ میں اس حدیث کے متن کا باطل ہونا نقل کیا ہے: وهو الذی روی عن محمد بن یونس الحارثی، عن قتادة، عن أنس مرفوعا. ثم ذکر بعده متنا آخر عن أصرم بن حوشب، عن زیاد بن سعد، وقال: (المتنان جمیعا باطلان).

حدیث کا موضوع ہونا:

علامہ سیوطی نے اللآلی المصنوعہ (2/ 84) میں اور ابن الجوزی نے العلل المتناہیہ (2/ 532) اور الموضوعات (2/ 188) میں "لا یصح" کہہ کر اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

اہم فائدہ:

یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں کہ اگر محدثین کتب الضعفاء والموضوعات میں "لا یصح، یا لایثبت، یا لم یصح، یا لم یثبت، یا لیس بصحیح، یا لیس بثابت، یا غیر ثابت یا لا یثبت فیه شیء" وغیرہ تعبیرات استعمال کریں تو اس سے اس حدیث کا موضوع ومن گھڑت ہونا مراد ہوتا ہے، محدثین اس تعبیر کو ورع، تقوی اور احتیاط کے طور پر استعمال کرتے ہیں حالاں کہ ان کی نظر میں اس حدیث کا موضوع ومن گھڑت ہونا واضح ہوتا ہے۔ اگر محدثین اس تعبیر کو کتبِ احادیثِ احکام کے ضمن میں استعمال کریں تو اس سے صحتِ اصطلاحی یعنی حدیث کی صحتِ اصطلاحی کی نفی مقصود ہوتی ہے، جیسا کہ شیخ مشایخنا علامہ عبدالفتاح ابوغدہ نے ملاعلی قاری کی کتاب "المصنوع فی معرفة الموضوع" کے مقدمہ (ص:27) میں تحریر فرمایا ہے۔

طریق ثانی عباد بن عبدالصمد (عن انس رضی اللہ عنہ):

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس معنی کی ایک طویل حدیث اول رمضان سے لے کر عید تک کے مضامین پر مشتمل مروی ہے جس کی سند میں ''عباد بن عبدالصمد'' ہے، یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ عباد والا طریق ہے، اس طریق کو عقیلی نے الضعفاء الکبیر (3/ 138-139، رقم:1121) میں، ابن الجوزی نے العلل المتناہیہ (2/ 532-534) میں، علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال (4/ 32، رقم:4133) میں اور حافظ ابن حجر نے لسان المیزان (3/ 232، رقم:1032) میں نقل کیا ہے۔

سندحدیث:

یہاں اختصار کی خاطر صرف بیان سند اور اس پر ضروری کلام پہ اکتفا کیا جائے گا، چناں چہ الضعفاء میں امام عقیلی نے عباد بن عبدالصمد کے ترجمہ میں اس روایت کو باسند ذکر کیا ہے، اس کی سند ملاحظہ فرمائیں:

ومن حديثه: ما حدثناه جبرون بن عيسى المغربي بمصر، قال: حدثنا يحيى بن سليمان القرشي مولى لهم، قال: حدثنا أبو معمر عباد بن عبد الصمد، عن أنس بن مالك رضي الله عنه مرفوعا.

ابومعمر عباد بن عبدالصمد بصری پر ائمۂ جرح وتعدیل کا کلام:

ابوحاتم نے فرمایا: ضعيف الحديث (جدا)، منكر الحديث، لا أعرف له حديثا صحيحا.

امام بخاری نے فرمایا: فیہ نظر.

ابن حبان نے فرمایا: منكر الحديث جدا، يروى عن أنس ما ليس من حديثه، وما أراه سمع منه شيئا، فلا يجوز الاحتجاج به فيما وافق الثقات فكيف إذا انفرد بأوابد.

ابن حبان نے مؤمل بن عبدالرحمٰن ثقفی کے واسطہ سے یہ بھی فرمایا: حدثنا عباد بن عبد الصمد في نسخة كتبناها عنه بهذا الإسناد، أكثرها موضوعة.

علامہ عقیلی نے الضعفاء میں عباد کیترجمہ میں فرمایا: أحاديثه مناكير لا يعرف أكثرها إلا به. اور مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا: وله عن أنس فيها مناكير كثيرة. یعنی عباد منکر روایات نقل کرتا جن میں سے اکثر صرف اسی کے طریق سے معروف ہیں، کسی اور سے مروی نہیں، عباد کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور بھی روایتیں ہیں جن میں بکثرت مناکیر ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک نسخہ (احادیث) نقل کرتا ہے جو عمومی طور پر منکر روایات پر مشتمل ہے۔

علامہ عقیلی نے الضعفاء میں عباد کے ترجمہ میں آدم بن موسی سے امام بخاری کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: عباد بن عبد الصمد عن أنس، منكر الحديث.

ابومعمر عباد بن عبدالصمد بصری کے ترجمہ اور مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (الضعفاء الکبیر للعقیلی (3/ 138، رقم الترجمۃ:1121)، العلل لابن الجوزی (2/ 534-532)، الموضوعات لابن الجوزی (2/ 188)، الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی (2/ 75) میزان الاعتدال للذہبی (4/ 32، رقم الترجمۃ:4133)، المغنی فی الضعفاء للذہبی (ص:154، رقم الترجمۃ:3043)، تاریخ

الإسلام للذہبی (4/ 448,658)، لسان المیزان لابن حجر (3/ 232، رقم الترجمۃ 1032)، التاریخ الکبیر للبخاری (6/ 41)، الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم (2/ 171)، (3/ 81)، المجروحین لابن حبان (2/ 170)، اللآلی المصنوعۃ للسیوطی (2/ 84)، کتاب معرفۃ التذکرۃ لابن طاہر المقدسی (ص:104)، الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث للحلبی (ص:144)، الفوائد المجموعۃ للشوکانی (ص:39)، تذکرۃ الموضوعات للفتنی (ص:2).

حدیث پر ائمۂ جرح وتعدیل کا حکم:

ابن الجوزی نے العلل المتناهية، كتاب الصيام، حديث فى تزيين الجنة لصوام رمضان وثوابهم (2/ 534) میں اس روایت کے بارے میں فرمایا: وهذا حديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأما عباد بن عبد الصمد: فقال البخارى: هو منكر الحديث. وقال الرازى: ضعيف الحديث جدا، منكره. وقال العقيلى: ضعيف، يروى عن أنس عامتها مناكير، وهو غال فى التشيع.

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال (4/ 32، رقم:4133) میں اور حافظ ابن حجر نے لسان المیزان (3/ 232، رقم:1032) میں اسے مشابہ بوضع قرار دیتے ہوئے فرمایا: يشبه وضع القصاص. یعنی اسے قصّہ گو راویوں کی وضع کردہ روایات کے مشابہ قرار دیا ہے۔

نیز علامہ ذہبی نے تاریخ الاسلام (4/ 448,658) میں اس حدیث کو عباد بن عبد الصمد کے مناکیر میں شمار کیا ہے اور اسے شبہ موضوع قرار دیا ہے۔

خلاصہ:

خلاصہ یہ ہے کہ ائمۂ جرح وتعدیل کی مذکورہ بالا تصریحات کے مطابق عباد بن عبد الصمد ناقابل احتجاج، شدید ضعیف اور منکر الحدیث راوی ہے، جب کہ حافظ ذہبی وحافظ ابن حجر نے اس حدیث کو شبہ موضوع قرار دیا ہے، نیز ابن الجوزی نے العلل میں ”لا يصح“ فرما کر اس کے موضوع ہونے کی تصریح کر دی ہے۔

طریق ثالث: ابان (عن انس رضی اللہ عنہ):

امام سیوطی نے اللآلی المصنوعہ میں فرمایا کہ دیلمی کی روایت کے مطابق ”ابان“ نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور ابان منکر الحدیث اور متروک راوی ہے، امام شعبہ نے کذاب قرار دیا ہے، تفصیل آگے آ رہی ہے۔

سندحدیث:

دیلمی کی سند ملاحظہ فرمائیں:

وقال السيوطى فى اللآلى المصنوعة (84/2): ورواه أيضا أبان عن أنس، أخرجه الديلمى، أنبأنا أبو العلاء رجاء بن عبد الوهاب الرازى وجماعة، قالوا: أنبأنا أبو القاسم على بن عبد الرحمن بن الحسن، أنبأنا أبو محمد بن بالويه، حدثنا الأعرابى، حدثنا أبوميسرة محمد بن الحسين الهمدانى، حدثنا محمد بن عبيد، حدثنا الوليد بن الفضل، حدثنا الكابلى، عن أبان، عن أنس مرفوعا. وأبان متروك، والله أعلم.

ابان بن ابی عیاش پر ائمۂ جرح وتعدیل کا کلام:

امام شعبہ نے فرمایا: لأن أزنى أحب إلى من أن أحدث عن أبان بن أبى عياش... لأن أرتكب سبعين كبيرة أحب إلي من أن أحدث عن أبان بن أبى عياش.

یزید بن ہارون نے امام شعبہ سے نقل فرمایا: ردائى وحمارى فى المسكين صدقة إن لم يكن أبان بن أبى عياش يكذب فى الحديث.

امام احمد نے فرمایا: ترك الناس حديثه. لا تكتب عن أبان بن أبى عياش شيئًا. قلت: كان له هوى؟ قال: كان منكر الحديث.

یحییٰ بن معین نے فرمایا: هو متروك ليس حديثه بشىء.

فلاس نے فرمایا: كان يحيىٰ وابن مهدى لا يحدثان عن أبان بن أبى عياش.

جوزجانی نے فرمایا: أبان بن أبى عياش ساقط.

ابن سعد اور ذہبی نے فرمایا: وهو متروك الحديث.

ابن الجوزی نے فرمایا: أبان ليس بشيء.

امام نسائی، رازی اور دارقطنی نے فرمایا: هو متروك.

ابوعوانہ نے فرمایا: لا أستحل أن أروى عنه شيئا.

ابن عدی نے فرمایا: أرجو أنه لا يتعمد الكذب، لكنه يشتبه عليه ويغلط، وعامة ما أتى فيه من رواية المجهولين ... له روايات غير ما ذكرت، وعامة ما يرويه لا يتابع عليه، وهو بين الأمر فى الضعف... وأرجو أنه ممن لا يتعمد الكذب إلا أن يشبه عليه ويغلط، وعامة ما أتى أبان من جهة الرواة لا من جهته، لأن أبان رووا عنه قوم مجهولون، لما أنه

فيه ضعف، وهو إلى الضعف أقرب منه إلى الصدق، كما قال شعبة.

ابوزرعہ نے فرمایا: أما تعمد الكذب فلا، ولكنه واه بمرة.

ابن حبان نے فرمایا: ولعله روى عن أنس أكثر من ألف وخمسمائة حديث، ما لكبير شيء منها أصل يرجع إليه.

خلاصہ:

خلاصہ یہ ہے کہ ائمۂ جرح وتعدیل کی مذکورہ بالا تصریحات کے مطابق ابان بن ابی عیاش نہ صرف شدید ضعیف ومتروک راوی ہے؛ بل کہ امام شعبہ نے اسے کذاب بھی قرار دیا ہے؛ چناں چہ مذکورہ روایت شدید ضعیف ومنکر کہلائے گی، یہی وجہ ہے امام سیوطی نے اللآلی المصنوعہ میں لاکر اس حدیث کے وضع کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

ابان بن ابی عیاش کے ترجمہ اور مزید کے لیے دیکھیے: (اللآلیء المصنوعۃ للسیوطی (2/ 84)، الضعفاء وأجوبۃ أبي زرعۃ الرازی علی سؤالات البرذعی (2/ 478)، الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم (2/ 161، 1087)، أحوال الرجال للجوزجانی (ص:103)، التاریخ الکبیر للبخاری (1/ 45، رقم:1455)، کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی (ص:5، رقم:103)، من تکلم فیہ الدارقطنی فی کتاب السنن من الضعفاء والمتروکین والمجہولین لابن زریق (1/ 31)، الطبقات الکبری لابن سعد (7/ 254)، الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی (1/ 386)، تہذیب الکمال للمزی (2/ 22)، المجروحین لابن حبان (1/ 96)، تاریخ الإسلام للذہبی (9/ 56)، الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ للذہبی (1/ 207)، میزان الاعتدال للذہبی (1/ 10)، تہذیب التہذیب لابن حجر (1/ 85، 174)، الموضوعات لابن الجوزی (2/ 141)، الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی (1/ 19).

تخریج حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (طریق اول: ضحاک بن مزاحم عنہ):

اس حدیث کو ضحاک بن مزاحم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے فاکہی نے اخبار مکہ (4/ 227، رقم:1511) میں، بیہقی نے شعب الایمان (5/ 227-226، رقم الحدیث:3421) اور فضائل الاوقات (ص: 249، رقم الحدیث: 109) میں، ابن عساکر نے تاریخ دمشق (52/ 291) میں، ابن الجوزی نے العلل المتناہیہ (2/ 534 - 536، رقم الحدیث:880) اور المنتظم (1/ 39) میں اور عبدالحی کتانی وخطیب بغدادی نے مسلسل العیدین (ص:40، ط: مکتبہ

الرشد،1416ھ) میں نقل کیا ہے۔

سند حدیث:

ذیل میں ہم ابن الجوزی کی سند ذکر کر کے اس پر اور دیگر اسانید پر کلام کریں گے، سند ملاحظہ فرمائیں:

وقال ابن الجوزي فی العلل المتناهية (534/2، رقم: 880): أخبرنا محمد بن ناصر و سعد الخير بن محمد، قالا: نا نصر بن أحمد بن البطر، قال: نا أبو الحسن محمد بن أحمد بن رزقويه، قال: نا عثمان بن أحمد الدقاق، قال: أخبرنا أبو (القاسم) إسحاق بن إبراهيم بن سنين الختلی، قال: نا العلاء بن عمرو الخراسانی أبو عمرو، قال: نا عبد الله بن الحكم البجلی، قال أبوعمرو: فشككت فی شیء من هذا الحديث، فكتبته من الحسن بن يزيد، و كنت سمعته والحسن عن عبد الله بن الحكم، قال: نا القاسم بن الحكم العرنی، عن الضحاك، عن ابن عباس، أنه سمع النبی صلى الله عليه وسلم.

علامہ منذری کا اس سند پر تبصرہ:

علامہ منذری نے الترغیب والترہیب (2/ 62) میں اس سند کے بارے میں فرمایا: وليس فی إسناده من أجمع على ضعفه.

علامہ منذری کی رائے کا جائزہ:

ہم نے علامہ منذری کے مذکورہ بالا تبصرہ کو سامنے رکھ کر اس سند کا جائزہ لیا تو اس سند پر شدید کلام پایا، اس میں القاسم بن الحکم ہیں، اگر چہ ان کی توثیق کی گئی ہے؛ لیکن ابن حبان نے ان کو ناقابل احتجاج قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر نے ''صدوق فیہ لین'' فرمایا ہے، جب کہ ضحاک نہ صرف ضعیف ہیں بلکہ ضحاک اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان انقطاع بھی ہے، نیز متعدد راوی مجہول اور ضعیف ہیں اور متن میں وضع کے آثار واضح ہیں، ابن حبان اس متن کو باطل قرار دے چکے ہیں اور کنانی نے تنزیہ الشریعہ میں ذکر کیا ہے، کما تقدم، یہی وجہ ہے کہ ابن الجوزی نے اسے موضوعات اور العلل میں ذکر کیا ہے اور فرمایا: ''هذا حديث لا يصح''. ابن الجوزی نے مزید فرمایا کہ اس کی سند میں ضحاک ضعیف ہے، قاسم بن الحکم مجہول ہے اور علاء بن عمرو خراسانی کے بارے میں ابن حبان نے فرمایا: لا يجوز الاحتجاج به.

علامہ ابن عراق کنانی نے ابن الجوزی کے اس کلام کو نقل کر کے فرمایا: ''قوله فی القاسم بن

الحکم: مجهول، ممنوع''. یعنی قاسم بن حکم کو مجہول کہنا درست نہیں۔ قاسم مجہول نہیں آگے ہم قاسم کا ترجمہ ذکر کریں گے۔

مختلف طرق حدیث کا جائزہ اور انقطاع کا بیان:

اس حدیث کو ابن الجوزی نے "القاسم بن الحکم العرنی عن الضحاك" کے طریق سے نقل کیا ہے یعنی اس طریق میں قاسم بن حکم ضحاک سے براہ راست نقل کرتے ہیں، ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے، جب کہ ابن عساکر، بیہقی، خطیب بغدادی اور کتانی نے "القاسم بن الحکم العرنی، حدثنا هشام بن الولید، عن حماد بن سلیمان السدوسی البصری، شیخ لنا یکنی أبا الحسن" کے طریق سے نقل کیا ہے، گویا یہ حضرات قاسم بن حکم اور ضحاک کے درمیان ''ہشام بن ولید، حماد بن سلیمان سدوسی'' دو واسطے بھی ذکر کرتے ہیں، جب کہ حماد بن سلیمان سدوسی بصری کا تعارف بظاہر "شیخ لنا یکنی أبا الحسن" کے الفاظ سے کرایا ہے؛ لیکن فاکہی کے ذکر کردہ طریق سے یہ بات واضح ہے کہ حماد بن سلیمان ایک شیخ سے نقل کرتے ہیں جن کی کنیت ابوالحسن ہے اور فاکہی نے اپنے استاد سے صراحت کردی ہے کہ یہ شیخ ابوالحسن جویبر ہیں، اس طرح گویا تین واسطے ہو جاتے ہیں۔ ابوالحسن جویبر ضعیف ومتروک راوی ہے، تفصیل آگے آرہی ہے۔

اس طریق کا معضل ہونا:

گویا ابن الجوزی کے طریق میں قاسم بن حکم اور ضحاک کے درمیان انقطاع ہے، چناں چہ اس اعتبار سے یہ طریق معضل بھی ہے کہ سند سے مسلسل تین راوی ساقط کیے گئے ہیں، قاسم بن حکم اور ضحاک دونوں کے سنِ وفات میں تقریباً ایک سو آٹھ (108) سال کا فرق ہے، جب کہ فاکہی، بیہقی اور ابن عساکر نے ان کے درمیان تین واسطے نقل کر کے اس انقطاع پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔

ہشام بن الولید اور حماد بن سلیمان سدوسی بصری کا ترجمہ دستیاب نہ ہوسکا، یہ دونوں مجہول ہیں، بظاہر اس روایت کی شدید نکارت کی ذمہ داری ان دونوں میں سے کسی ایک پر ہوگی۔

ضحاک بن مزاحم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان انقطاع:

پھر اس روایت میں ایک اور انقطاع بھی ہے اور وہ ضحاک بن مزاحم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان ہے، اس لیے کہ کبار ائمۂ جرح وتعدیل نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ ضحاک بن مزاحم کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لقاء وسماع ثابت نہیں، ابن حبان نے فرمایا کہ کسی بھی صحابی سے ان کی ملاقات ثابت نہیں، جس نے بھی یہ دعوی کیا کہ ان کی ملاقات ابن عباس رضی اللہ

عنہما سے ہوئی ہے تو اسے وہم ہوا ہے، حافظ ابن حجر نے بھی ان کے تابعی نہ ہونے کی صراحت کی ہے۔ خود ضحاک سے بھی عدم سماع کا اقرار مروی ہے، عبدالملک بن میسرہ کہتے ہیں میں نے ضحاک سے پوچھا کہ کیا تم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع کیا؟ ضحاک نے کہا کہ نہیں۔

ضحاک بن مزاحم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان عدم لقاء وعدم سماع یعنی انقطاع کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم (8 /460)، الکاشف فی معرفة من له روایة فی الکتب الستة للذہبی (1 /509)، الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی (2 /60)، الثقات لابن حبان (6 /480)، المراسیل لابن أبي حاتم (ص:96-94)، تحفة التحصیل فی ذکر رواة المراسیل للعراقی (ص:15).

کتبِ علل وموضوعات میں تذکرہ:

لگتا ہے کہ ان تمام علتوں کے پیش نظر ہی ابن الجوزی نے العلل المتناهية، كتاب الصيام، حديث في تزيين الجنة لصوام رمضان وثوابهم (2 /534) میں اس حدیث کو نقل کرنے سے قبل ہی فرمایا: "وقد روى لنا هذا الحديث بألفاظ أخر من طريق ما تصح أيضا " اور (2 /536) میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد: "وهذا حديث لا يصح" فرمایا ہے، جب کہ ابن عراق کنانی نے بھی تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة، الفصل الأول (2 /173) میں ابن الجوزی کے مذکورہ بالا قول: "وقد روى لنا هذا الحديث بألفاظ أخر من طريق ما تصح أيضا " کو نقل کر کے اس کے موضوع ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ذیل میں ہم مذکورہ بالا رواۃ (القاسم بن الحکم، ابوالحسن جویبر اور ضحاک بن مزاحم) پر ائمۂ جرح وتعدیل کی طرف سے کیے گئے کلام کو ذکر کریں گے تاکہ حدیث کی اسنادی حیثیت مزید منقح ہو کر سامنے آجائے۔

القاسم بن الحکم عرنی پر ائمۂ جرح وتعدیل کا کلام:

امام احمد، یحییٰ، ابوخیثمہ، خلف بن سالم، محمد بن عبداللہ بن نمیر اور نسائی وغیرہ نے فرمایا: ثقة.

ابوحاتم نے فرمایا: محله الصدق، يكتب حديثه، ولا يحتج به.

ابن حبان نے فرمایا: مستقيم الحديث.

ابوزرعہ اور ذہبی نے فرمایا: هو صدوق.

ابن حجر نے فرمایا: صدوق فيه لين.

القاسم بن الحکم عرنی کے ترجمہ اور مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم (1/ 109)، موسوعۃ أقوال الإمام أحمد فی الجرح والتعدیل (3/ 141)، الثقات لابن حبان (9/ 16)، الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ للذہبی (2/ 127)، ذکر من تکلم فیہ وہو موثق للذہبی (ص: 153)، تاریخ الإسلام للذہبی (5/ 143)، میزان الاعتدال للذہبی (3/ 370)، بحر الدم لابن المبرد (ص:127)، تہذیب الکمال للمزی (23/ 345)، تہذیب التہذیب لابن حجر (8/ 280)، تقریب التہذیب لابن حجر (ص:449).

العلاء بن عمرو خراسانی پر کلام:

ابن حبان نے المجروحین (2/ 185) میں فرمایا: شیخ یروی عن أبی إسحق الفزاری العجائب، لا یجوز الاحتجاج به بحال.

علامہ ذہبی نے دیوان الضعفاء (ص:280) میں یہی بات نقل کی ہے۔

ابوالحسن جویبر بن سعید بلخی پر ائمۂ جرح وتعدیل کا کلام:

جویبر کی کنیت ابوالقاسم بھی نقل کی گئی ہے۔ یقال: کنیته أبو القاسم.

امام بخاری نے فرمایا: جویبر بن سعید البلخی عن الضحاك، قال علی عن یحیی: کنت أعرف جویبرا بحدیثین ثم أخرج هذه الأحادیث بعد، فضعف.

امام وکیع جب بھی سفیان کی جویبر سے روایت بیان کرتے تو جویبر کی تضعیف میں مبالغہ کے طور پر اس کا نام لیے بغیر فرماتے: سفیان عن رجل.

یحییٰ بن معین نے فرمایا: جویبر (لیس بشیء) ضعیف، ما أقربه من عبیدة الضبی ومحمد بن سالم وجابر الجعفی.

ابوحاتم اور ابوزرعہ نے فرمایا: لیس بالقوی.

امام نسائی، علی بن جنید، دارقطنی اور ذہبی نے فرمایا: متروك الحدیث.

ابن عدی نے فرمایا: والضعف علی حدیثه وروایاته بین.

عبداللہ نے اپنے والد علی بن مدینی سے جویبر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جویبر کی شدید تضعیف کی اور فرمایا: جویبر أكثر علی الضحاك، روی عنه أشیاء مناکیر.

یعقوب بن سفیان نے "باب من یرغب عن الروایة عنهم" میں جویبر کا ذکر کیا ہے۔

ابن حبان نے فرمایا: یروی عن الضحاك أشیاء مقلوبة.

حاکم ابواحمد نے فرمایا:ذاهب الحديث.

حاکم ابوعبداللہ نے فرمایا:أنا أبرأ إلى الله من عهدته.

حافظ ابن حجر نے فرمایا:ضعيف جدا.

ابو الحسن جویبر بن سعید بلخی کے ترجمہ اور مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:(التاریخ الکبیر (2/ 257)، والضعفاء الصغیر للبخاری (ص:31)، الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم (2/ 541)، الضعفاء والمتروکین للنسائی (ص:163)،الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی (1/ 177)،الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی (2/ 122)، الکاشف فی معرفة من له روایة فی الکتب الستة للذہبی (1/ 298)،دیوان الضعفاء للذہبی (ص:68)،تقریب التہذیب لابن حجر (ص:143)،تہذیب التہذیب لابن حجر (2/ 106).

ضحاک بن مزاحم پر ائمۂ جرح وتعدیل کا کلام:

امام احمد بن حنبل نے فرمایا:الضحاك بن مزاحم ثقة مأمون. رجل ثقة، رجل (صالح) صاحب سنة.

امام یحییٰ بن معین،ابوزرعہ اور عجلی وغیرہ نے فرمایا:ثقة.

علامہ ذہبی نے فرمایا:وليس بالمجود لحديثه، وهو صدوق فی نفسه. وهو حسن الحديث، احتج به أصحاب السنن.

حافظ ابن حجر نے فرمایا:صدوق كثير الإرسال.

امام یحییٰ بن سعید،شعبہ،ابن عدی،عقیلی اور ابن الجوزی وغیرہ نے تضعیف کی ہے۔

ضحاک بن مزاحم کے ترجمہ اور مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:(العلل ومعرفة الرجال لعبداللہ بن أحمد (2/ 309)، الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم (8/ 460-459)،معرفة الثقات للعجلی (1/ 472)،الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی (2/ 98,100)،الضعفاء للعقیلی (2/ 218)، المغنی فی الضعفاء للذہبی (ص:148)،سیر أعلام النبلاء للذہبی (4/ 59)،دیوان الضعفاء للذہبی (ص: 198)، تقریب التہذیب لابن حجر (ص: 280)، تہذیب التہذیب لابن حجر (4/ 398-397)، الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی (2/ 60)، الثقات لابن حبان (6/ 480)، المراسیل لابن أبی حاتم (ص: 94 - 96)، الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم (2/ 158)و(8/ 459)،تہذیب الکمال للمزی (13/ 291,297).

حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (طریق ثانی، طریق محمد بن ابراہیم دمشقی):

اسی معنی کی ایک اور روایت ہے جس کو مختصر الفاظ کے ساتھ بیہقی نے شعب الایمان (5/ 238، رقم الحدیث:3359) میں اور شجری نے امالی (1/ 287اور 122) میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، دونوں نے ”محمد بن إبراهيم بن العلاء الشامي، ثنا أحمد بن محمد بن أخي سوار القاضي، عن الأوزاعي، عن عطاء بن أبي رباح، عن ابن عباس“ کے طریق سے مختصراً نقل کیا ہے۔

سند حدیث:

امام بیہقی کی ذکر کردہ سندِ حدیث ملاحظہ فرمائیں:أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، ثنا الإمام أبو بكر بن إسحاق، ثنا محمد بن محمد بن حيان، ثنا نصر بن علي، ثنا محمد بن إبراهيم بن العلاء الشامي، ثنا أحمد بن محمد بن أخي سوار القاضي، عن الأوزاعي، عن عطاء بن أبي رباح، عن ابن عباس رضي الله عنهما مرفوعا.

اس حدیث کو نقل کر کے امام بیہقی نے فرمایا: قال أبو عبد الله الحافظ:لم نكتبه من حديث الأوزاعي عن عطاء بن أبي رباح إلا بهذا الإسناد، قال:ورأيته بإسناد آخر من حديث الشاميين من غير حديث الأوزاعي عن عطاء . قال أحمد:في إسناده ضعف، وكذلك فيما بعده.

محمد بن ابراہیم دمشقی پر ائمۂ جرح وتعدیل کا کلام:

اس کی سند میں ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن العلاء دمشقی الزاہد ہے، جس کو ابن عدی نے ”منکر الحدیث“، دارقطنی نے ”کذاب“ اور ابن حبان نے ”کذاب ووضاع“ قرار دیا ہے، حاکم اور نقاش نے کہا کہ یہ من گھڑت روایات نقل کرتا ہے، جب کہ محمد بن ابراہیم بن العلاء دمشقی کا استاذ احمد بن محمد بن اخی سوار القاضی کا ترجمہ دستیاب نہ ہوسکا، علامہ مزی نے تہذیب الکمال (24/ 325) میں محمد بن ابراہیم شامی کے شیوخ کے ضمن میں ان کا صرف نام ذکر کیا ہے، بظاہر یہ مجہول راوی ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن العلاء دمشقی الزاہد کے ترجمہ اور مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (تہذیب الکمال (24/ 325)، المجروحین لابن حبان (2/ 301)، الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ للذہبی (2/ 154)، المغنی فی الضعفاء للذہبی (2/ 544)، تاریخ الإسلام للذہبی (5/ 1210)، دیوان الضعفاء للذہبی (ص:340)، تہذیب التہذیب لابن حجر (9/13).

ڈاکٹر حاتم بن عارف عونی کا قول:

معاصر اہل علم میں سے ڈاکٹر حاتم بن عارف عونی نے مشیخۃ أبی طاہر ابن أبی الصقر :1451، تحت رقم الحدیث: 67، ط: مکتبۃ الرشد، الریاض پر اپنی تعلیقات میں اس سند کو مذکورہ بالا وجہ سے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔

خلاصہ:

محمد بن ابراہیم پر ائمۂ جرح وتعدیل کا کلام دیکھ کر یہ روایت بھی شبہ موضوع لگتی ہے، بظاہر اس کے وضع کی ذمہ اسی پر ہے۔

پوری بحث کا خلاصہ:

بندہ کی ناقص تلاش وجستجو اور ایک ہفتہ مسلسل کتب کی مراجعت سے اس حدیث کے پانچ طرق دستیاب ہوئے، جن میں سے پہلا طریق موضوع ہے، دوسرا طریق شبہ موضوع ہے، تیسرا طریق شدید ضعیف ومنکر بل کہ شبہ موضوع ہے، چوتھا طریق منقطع ومعضل بلکہ شبہ موضوع ہے اور پانچواں طریق بھی شدید ضعیف بل کہ شبہ موضوع ہے۔

هذا وصلى الله على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وأصحابه وأزواجه وذريته وبارك وسلم.

* * *

برصغیر میں اجتماعی فتاوی تکفیر کی اہمیت، تاریخ اور پسِ منظر

از: مولانا عبیدالرحمٰن
دارالافتاء والارشاد، مردان

الحمدُ للّٰہ جلّ وعلا والصّلاۃ والسّلام علی سیّد الأصفیاء وخاتم الأنبیاء وعلی آلہ وأصحابہ شموس الفضل وأعلام الھدی. أمّا بعد:

علمائے برصغیر کی ایک امتیازی خاصیت

برصغیر کے اہلِ علم کی یہ امتیازی خاصیت رہی ہے کہ یہ دین اسلام اوراس کے حدود کی حفاظت کے باب میں بڑے حساس ہیں، اسی کے دسیوں اچھے ثمرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص یا گروہ اسلام کے دائرہ سے نکلتا ہے اوراس کی وجہ سے دین اسلام کے حدود میں رخنہ پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو وہ بروقت اس کی تکفیر کرتے ہیں تا کہ امت مسلمہ کے سامنے ان کی اصل حقیقت سامنے آ جائے، اگراس سے فتنہ کا خوف زیادہ ہوتو نہ صرف اجتماعی طور پر تکفیر کرتے ہیں؛ بل کہ اس کا خوب اعلان واشتہار بھی کرتے ہیں۔

کسی کی تکفیر کا معاملہ ہو یا اس کی تشہیر واعلان کا قضیہ ہو، ان میں ذاتی جذبات واغراض پیش نظر نہیں ہوتے؛ بل کہ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص ذاتی جذبات کی بنیاد پر کسی مسلمان کہلانے والے فرد یا جماعت کے بارے میں ایسا فیصلہ کرتا ہے وہ افتاء کے عظیم واہم منصب کا حق دار ہی نہیں، ماضی میں اس طرح جو اجتماعی فتاوی جاری ہوئے یا فیصلے ہوئے ہیں، ان سے خواہ مخواہ بدظن ہونے کی ضرورت نہیں ہے، وہ اپنے وقت کے تقاضے کے مطابق درست؛ بل کہ بعض جہات سے ضروری نوعیت کے کام تھے۔

لیکن آخراس بات کا کیا علاج ہوسکتا ہے کہ یہ دور فتنوں کا دور ہے، جہاں ہر سمت فتنے ہی فتنے دکھائی دیتے ہیں، انھی فتنوں میں سے ایک بہت بڑا فتنہ پروپیگنڈے کا فتنہ بھی ہے، بظاہر تو یہ کچھ زیادہ مضر محسوس نہیں ہوتا لیکن واقعات کی دنیا میں اس کی بنیاد پر بہت مفاسد پیدا ہو چکے ہیں اور

ہور ہے ہیں، انھی مفاسد میں سے ایک مفسدہ یہ بھی ہے کہ بہت سے کام کرنے والے بندگانِ خدا نے اپنے خلاف پروپیگنڈوں کے خوف سے اب کام کرنا چھوڑ دیا یا مکمل طور پر کام تو نہیں چھوڑا، تاہم پہلے کی طرح بروقت کام کرنے سے رہ گئے۔

حقیقتِ حال یہ ہے کہ کامل اخلاص وتوکل، خوفِ خدااور دینی تصلب نہ ہوتو اس دور میں کما حقہ دین کی علمی نوعیت کی خدمت بھی انجام نہیں دی جاسکتی، پہلے زمانے کے مقابلے میں اس وقت کام کرنے کی راہ میں مشکلات بہت زیادہ ہیں، اخلاص اور دین کے معاملے میں طبیعت کی پختگی ہی ایسے دو پہیے ہیں جن پر خدمتِ دین کی گاڑی مناسب رفتار کے ساتھ صحیح سمت چل سکتی ہے۔

ان فتاوی کی اہمیت وافادیت

دین اسلام اوراس کے حدود وقیود کی حفاظت کا درد وفکر وہ عظیم دولت وسعادت ہے جو حضور نبی کریم ﷺ اوران کے نقش قدم پر چلنے والے اربابِ علم وعمل کے ہاں مقصودِ زندگی کی حیثیت رکھتا ہے، دور حاضر کی گمراہی کی شکلیں بہت ملمع ساز ہیں جن کی گہرائیوں کو سمجھنا اوران کی تہہ تک پہنچنا آسان نہیں ہے، یہی گمراہی ہے جس کی وجہ سے امت مسلمہ کے افراد کے مزاج ومذاق ہی بدل جاتے ہیں، وہ اس جیسی عظیم سعادت کو بے قیمت ہی نہیں بل کہ خدا بہتر جانے، کیسے کیسے القابات سے یاد کرتے ہیں! بہرحال کہنے کی بات یہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں ان جیسے اجتماعی فتاوی کی بہت ضرورت واہمیت ہوتی ہے، اسی اہمیت وافادیت کے کچھ گوشے یہ ہیں کہ:

۱- یہ اہلِ علم کی کم ازکم ذمہ داری ہے، اصل ذمہ داری تو یہ ہے کہ بدعت، الحاداور کفر وارتداد جیسے منکرات کو زورِ بازو سے روکنے کی بھرپور کوشش کی جائے، اس کی استطاعت نہ ہوتو اپنے بس کے مطابق اس کو کم کرنے اورلوگوں کے دین وایمان کواس سے بچانے کی بھرپور سعی کرتے رہیں۔

۲-اس سے امت میں دینی حدود کی غیر شعوری طور پر اہمیت پیدا ہوجاتی ہے۔

۳- متعلقہ فتنہ کی بہت حدتک روک تھام ہوجاتی ہے، فتنوں کے مکمل صفایا کا تو ظاہر ہے کہ خاص طریقہ ہے، جب استطاعت نہ ہوتو ان جیسے فتاوی کی وجہ سے متعلقہ فتنوں کا راستہ کافی حدتک تنگ ہوجاتا ہے، ان کی گمراہی پھیلنے پھیلانے کا دائرہ کار کسی حدتک سمٹ جاتا ہے۔

۴- یہ امت مسلمہ میں دینی بیداری پیدا کرنے کا مفید ذریعہ ہے۔

مقصودِ تحریر

یہاں سابقہ روایت کو برقرار رکھنے کے لیے اس نوعیت کے چند اجتماعی فتاوی کا بہت مختصر

تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ مقصود صرف یہ ہے کہ اپنے ماضی کے بزرگوں کی خدمات وحساسیت سے واقفیت حاصل ہو اور جدّت پسندی کے ملمع سازیوں سے بچتے ہوئے انھی حضرات کے دامن کو پکڑا جائے، دین کی خدمت کا یہی پائیدار طریقہ ہے، ورنہ اس سے ہٹ کر جدت پسندی ہی کا راستہ رہ جاتا ہے اور وہ اس قدر وسیع و متنوع ہے کہ چلتے ہوئے مرتے دم تک قرار نہیں ملے گا۔

چھ اجتماعی فتاویٰ تکفیر کا مختصر تعارف

ذیل میں انہی مقاصد کے لیے برصغیر کے علمائے کرام کے چند اجتماعی فتاوی کا مختصر تعارف کیا جاتا ہے، یہاں موضوع کا حصر کرنا مقصود نہیں؛ بل کہ نمونے کے طور پر صرف چھ فتاوی درج کیے جاتے ہیں، تاکہ موجودہ اہل علم کے سامنے اپنے اکابر علمائے کرام کے دینی درد اور ملی فکرمندی کا ایک دریچہ کھل جائے۔

پہلا فتوی: قادیانیت سے متعلق

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب امت کے اجماعی عقائد ومسلمات سے نکل کر دوسرا راستہ اختیار کرنا شروع کیا، تو اس وقت (شاید) سب سے پہلے لدھیانہ کے بعض حضرات علمائے کرام نے اس کی تکفیر کی تھی، حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادگان نے تکفیر کا موقف اپنایا، پہلے پہل تو مختلف علمائے کرام نے اس کے ساتھ اتفاق نہیں کیا؛ بل کہ بہت سے حضرات نے اس کی مخالفت بھی کی؛ لیکن جوں جوں غلام احمد قادیانی کی زبان کھلتی گئی، اس کے کفریہ نظریات وعبارات سامنے آتے رہیں توں توں تکفیر کرنے والے اہل علم کے ساتھ دوسرے اہل علم کا اتفاق بھی وجود میں آتا رہا۔

بعض اکابر علمائے کرام نے بروقت اس جانب توجہ دی اور اس محاذ پر اپنی پوری توانائی صرف فرمائی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قادیانیت کی تکفیر کا مسئلہ اس حد تک واضح، متفق علیہ اور مسلم بن گیا جس پر تمام مکاتب فکر متفق ہوگئے، تصدیق واتفاق کا یہ سلسلہ عجم سے نکل کر عرب تک بھی جا پہنچا، اس کی پوری تفصیل وشہادت کے لیے احتساب قادیانیت اور فتاویٰ ختم نبوت کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے۔

متعدد عناصر کی وجہ سے قادیانیت کا فتنہ دیگر فتنوں کی بہ نسبت کچھ زیادہ گھمبیر اور خطرناک تھا، یہ درد اکابر امت کو ہمیشہ کے لیے فکرمند بناتی رہی، اسی فکرمندی کے نتیجہ میں اس فتنہ کے مزید روک تھام کے لیے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ (جو اپنے دور میں دینی تصلب وغیرت کے گویا پیکر تھے) نے ایک مفید اور جامع سوال نامہ تیار کیا جس میں قادیانیوں کے ساتھ بائیکاٹ کے متعلق

مختلف سوالات کیے گئے تھے، اس کے جواب میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ نے ایک تفصیلی فتوی تیار فرمایا، جس کی مجموعی تائید وتصدیق مختلف مکاتب فکر کے سیکڑوں؛ بل کہ ہزار سے زیادہ علمائے کرام نے فرمائی۔

یہ فتوی قادیانیوں کے مکمل بائیکاٹ پر متفقہ فتوی کے نام سے مرکز سراجیہ، لاہور پاکستان سے شائع ہوا ہے، تفصیل کے لیے اس کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے۔

دوسرا فتوی: اثنا عشریہ سے متعلق فتوی

شیعہ قدیم ترین فرقہ ہے، اس کے اندر اختلافات وفرق کا بھی ایک جہاں ہے، ان میں سے اثناعشری کے عنوان سے جو فرقہ پایا جاتا ہے، ان کے متعدد نظریات وعقائد ایسے ہیں جو دین اسلام اور اس کے اصول وتعلیمات سے واضح طور پر متصادم ہیں، اس لیے جب سے ان کے یہ عقائد واضح ہوئے ہیں، اس وقت سے مختلف اہل علم ان کی تکفیر کرتے چلے آئے ہیں، بعد میں ان کی تکفیر سے متعلق اجتماعی نوعیت کے ایک سے زیادہ فتوی بھی تیار ہوئے۔

مثال کے طور پر حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ نے ایک تفصیلی فتوی لکھا تھا جو شیعہ اثناعشری کے کفر وارتداد سے متعلق علماء امت کا متفقہ فتوی کے عنوان سے شائع ہوا تھا، اس پر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابراہیم بلیاوی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع صاحب، مفتی ریاض الدین اور بعض دیگر اساتذہ دارالعلوم دیوبند کے تصدیقی دستخط ہیں، دارالعلوم دیوبند کے علاوہ بعض دیگر مدارس کے اہل علم ومدرسین کے بھی دستخط ہیں۔

اس کے ایک طویل عرصہ بعد حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ نے ایک استفتاء تیار فرما کر مختلف اہل علم کی خدمت میں پیش کیا، ہندوستان کے اہل علم میں سے اس وقت محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب نے تفصیلی جواب رقم فرمایا جس پر وہاں کے بیسیوں اہل علم نے تصدیقی دستخط کیے جن میں حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری، مفتی محمد اسماعیل، مفتی نظام الدین، مفتی سعید احمد پالن پوری، مفتی ظفیر الدین صاحب، غیر مقلد حضرات میں سے مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری اور بریلوی علماء میں سے مفتی خلیل احمد قادری بدایونی وغیرہ کے اسماء گرامی سرِ فہرست ہیں۔ پاکستان میں اس وقت کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ نے جواب عنایت فرمایا جس پر پاکستانی کے بیسیوں بڑے اور افاضل علماء اور مفتیان کرام نے دستخط فرمائے۔

یہ ساری تفصیل مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ایرانی انقلاب اور ماہنامہ

بینات کی خصوصی اشاعت بنام خمینی اوراثنا عشریہ کے بارے میں علمائے کرام کا متفقہ فتوی میں دیکھی جاسکتی ہے۔

تیسرا فتوی: منکرین حدیث سے متعلق

عالم اسلام کے جن اطراف واکناف میں پہلے پہل یہ فتنہ داخل ہوا، اس میں مصر سرفہرست ہے، ہندوستان کی سرزمین پر برطانوی سامراج کے زمانے میں اس کی بنیاد پڑی، بعد میں تقسیم ہند کے بعد ایوب خان کے دورحکومت میں اس فتنہ کے علمبردار کئی افراد نے اربابِ حکومت کے ساتھ بڑے گہرے تعلقات قائم کیے، آئے دن مختلف دینی مسائل اور تعلیمات کے متعلق تحریف وتلبیس کا مظاہرہ کرتے رہیں جس کی وجہ سے دینی طبقہ میں بے چینی پھیلتی رہی۔

ان جیسے حالات میں حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی تحریک وایماء پر ایک جامع سوال نامہ تیار کیا گیا، سوال نامہ تیار ہوجانے کے بعد جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے اس وقت کے مفتی، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی صاحب رحمہ اللہ نے مفصل، جامع اور بہت ہی مفید جواب لکھا، جواب تیار ہونے کے بعد مختلف دینی مدارس وشخصیات سے اس پر تصدیق وتائید کے طور پر دستخط لیے گئے، بعد میں یہ پورا فتنہ فتنہ انکار حدیث کے نام سے المعین ٹرسٹ، کراچی سے شائع ہوا۔

یہ اپنی نوعیت کا بہت مفید اور مفصل فتوی ہے جس میں حضرت فاضل مجیب (رحمہ اللہ) نے غلام احمد پرویز کی کتابوں سے اس کے چالیس (۴۰) باعث تکفیر عبارات نقل فرمائے ہیں، پھر ان پر کلامی اور فقہی نقطۂ نظر سے سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے، اس پر ہزار سے زیادہ اہل علم وفضل کے دستخط ہیں۔

چوتھا فتوی: آغا خانیت کے متعلق فتوی

چند دہائیاں پہلے وطنِ عزیز پاکستان میں آغا خانیت کا فتنہ بھی رفتہ رفتہ بڑھنے لگا، بعض اہل فکر اس کے بارے میں پریشان ہوئے، اس زمانے میں قاضی خلیل الرحمٰن چترالی صاحب (جامعہ دارالعلوم سرحد) نے ان کے بارے میں ایک تفصیلی سوال نامہ تیار کیا، اس کا جواب بھی حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ نے تیار فرمایا جس پر وہاں کے مختلف علمائے کرام کے تصدیقی دستخط ثبت تھے، کراچی کے بعض دیگر بڑے مدارس نے بھی اس کے مطابق جواب تیار کیا اور پھر بعض باہمت افراد نے نہ پورے ملک کے چیدہ چیدہ علمائے کرام سے اس پر تصدیقی دستخط لیے؛ بل کہ بیرون ملک مختلف افراد وشخصیات سے بھی دستخط لیے۔

اس کی پوری تفصیل دیکھنے کے لیے ملاحظہ فرمائیں کتاب: آغا خانیت، علمائے امت کی نظر

میں، ناشر: سواداعلم اہل سنت، چترال۔

پانچواں فتویٰ: ذکری فرقہ سے متعلق

فتنوں کی برسات میں ایک فتنہ ذکری فرقہ بھی ہے، اس کے بانی ملا محمد اٹکی شمار ہوتے ہیں، اس فتنہ نے خاص طور پر ملکِ پاکستان کے دوصوبوں یعنی بلوچستان اور سندھ کو زیادہ متاثر کیا۔ ان کے نزدیک نماز، روزہ اور حج وغیرہ عبادات کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے؛ بل کہ ذکر ہی کافی ہے، اسلام کے بہت سے قطعی احکام وتعلیمات کے شدت وصراحت کے ساتھ انکار کرتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اربابِ اقتدار کے ساتھ ان کے تعلقات کچھ زیادہ مستحکم نہیں ہوئے جس کی وجہ سے ان کو سیاسی استحکام نصیب نہیں ہوا اور وطن پاکستان کے بہت سے علاقے اس بلا سے محفوظ رہیں۔

اس کے متعلق کراچی کے بعض بڑے مدارس کو فکر لاحق ہوئی اور انھوں نے سن ۱۳۹۸ھ میں اس کے متعلق ایک فتوی تحریر فرمایا جس پر متعدد مدارس کے اکابر علمائے کرام کے دستخط ہوئے۔ اس کی تفصیل کے لیے ''ذکری خارجِ اسلام ہیں'' نامی رسالے کی طرف مراجعت فرمائیں، جو مجلس تحفظ ختم نبوت، شارع لیاقت روڈ کوئٹہ بلوچستان نے شائع کیا ہے۔ نیز ''کیا ذکری مسلمان ہیں'' نامی رسالے کی طرف بھی مراجعت کرنا مفید ہے جو مکتبہ بینات سے شائع ہوا ہے۔

چھٹا فتویٰ: گوہر شاہی سے متعلق

کچھ عرصہ پہلے ریاض احمد گوہر شاہی نے ایسے اقوال ونظریات کا پرچار شروع کیا جو دین اسلام کی واضح اور مسلّم تعلیمات سے سراسر متصادم تھے، دین اسلام کے قطعی احکام کے انکار ومخالفت کا راستہ اختیار کیا، انجمن سرفروشانِ اسلام کے نام سے ایک جماعت کی بھی بنیاد ڈالی، اس کے دام میں بھی سیکڑوں لوگ داخل ہونا شروع ہوئے، اللہ تعالیٰ ہمارے سروں پر علمائے امت کا سایہ عاطفت ہمیشہ برقرار رکھے کہ انھوں نے بروقت اس فتنہ کا ادراک فرمایا، امت کو اس گمراہی سے بچانے کے لیے اپنا فریضہ ادا کیا۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید اور ان کے رفقائے کار نے پہلے پہل کام شروع فرمایا، بعد میں دیوبندی اور بریلوی مختلف مدارس اور اہل علم نے اس کے خلاف سخت گمراہی اور کفر کا فتوی جاری فرمایا۔

اس کی پوری تفصیل حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ کی کتاب دورِ جدید کا مسیلمہ کذاب گوہر شاہی میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے جو مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ صاحب زید مجدہم کی تصحیح ونظر ثانی کے ساتھ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان سے شائع ہوا ہے۔

اہل وعیال کی دینی تربیت اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

از: ڈاکٹر فہد انوار
اسلام آباد

ہر انسان کو اپنی پیدائش سے لے کر موت تک مختلف قسم کے افراد سے واسطہ پڑتا ہے ان میں سے بعض کا ساتھ چند لمحوں کا ہوتا ہے اور بعض کا برسوں کا، بعض سے ایک ہی ملاقات ہوتی ہے اور بعض سے بار بار۔ ان سب میں اس کے اہل وعیال بیوی بچوں کا تعلق اس لحاظ سے سب سے بڑا ہوتا ہے کہ بیوی اور بچوں کی صورت میں ان افراد کو اللہ تعالی نے اس کی زندگی کا ایک ایسا جز بنا دیا ہوتا ہے جن کے گرد اس کی فکری وعملی توانائیوں کا ایک بڑا حصہ خرچ ہو رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا خالقِ کائنات نے جیسے زندگی کے دیگر شعبوں کے متعلق احکامات دیے ہیں ایسے ہی اہل وعیال کے حقوق اور فرائض اور تربیت کے متعلق بھی اپنی مرضی کو واضح کیا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے سورۂ تحریم کی آیتِ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ (التحريم)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی قدس سرہ اپنی تفسیر روح المعانی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو اور گھر والوں کو اچھی بات سکھاؤ اور ان کی تادیب کرو (علم وادب سکھاؤ)۔ اہل سے مراد جیسا کے کہا گیا بیوی بچے غلام اور باندی ہیں (روح المعانی، 14 / 351، بیروت)

امام بغویؒ فرماتے ہیں:

انھیں نیکی کا حکم کرو، برائی سے روکو، انھیں تعلیم دو، ادب سکھاؤ اس طرح انھیں آگ سے

بچاؤ(تفسیر البغوی،8/ 169،دار طیبہ)

حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے تحت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ اللہ کی اطاعت کرو اس کی نافرمانی سے بچو، اپنے گھر والوں کو یادِ الٰہی کا حکم دو، اللہ تعالیٰ تمہیں آگ سے بچالے گا۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ تم انھیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر لاؤ اور اس میں ان کی مدد کرو، جب ان سے کوئی معصیت دیکھو تو انھیں اس سے دور کرو اور انھیں ڈانٹو۔ ضحاک اور مقاتل رحمہما اللہ نے فرمایا کہ مسلمان پر یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے گھر والوں اور غلام باندیوں کو وہ بات سکھائے جو اللہ نے ان پر فرض کی ہے اور جس سے انھیں منع کیا ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم،8/ 189،دار الکتب العلمیہ)

آیتِ بالا اور اس کی تفسیر میں علمائے مفسرین نے جو لکھا ہے اس سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ آدمی کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کی دینی تربیت کرلے اور انھیں اچھے اعمال اور اخلاق سے آراستہ کرنے کی پوری کوشش کرے۔

دعوتِ دین کا آغاز گھر سے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی سیرت قرآنِ کریم کی عملی تفسیر ہے انھوں نے اپنی پیغمبرانہ دعوت وتربیت کا آغاز سب سے پہلے اپنے گھر اور ماتحتوں سے کیا؛ چنانچہ آپ کی دعوت کے نتیجے میں ابتدا میں آپ کی رفیقۂ حیات حضرت خدیجہ، زیرِ پرورش چچازاد بھائی حضرت علی اور منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کا حلقہ وسیع ہوتا چلا گیا؛ لیکن اس کے باوجود اپنے بیوی بچوں کی تربیت پیشِ نظر رہتی تھی۔

گھر والوں کے ساتھ عمومی طرز

گھر والوں کے ساتھ آپ ﷺ کا طرز عام طور پر نرم اور تحمل وتعاون پر مبنی ہوتا تھا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے ہر محبت وتعلق ثانوی درجے میں تھا۔ ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ہے کہ اپنے اہل وعیال پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرتے رہو اور اپنے گھر والوں پر سے (ادب سکھانے کے لیے) اپنا عصا نہ ہٹاؤ اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں انھیں ڈراتے رہو۔ (مسند احمد حدیث معاذ بن جبل رقم 22075 ط الرّسالہ)

ایک جگہ ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات برس کے ہوں اور انھیں اس کی وجہ

سے مارو جب وہ دس برس کے ہوں اور آپس میں ان کے بستر الگ کردو (ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰۃ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام حالات میں اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ گھر کے عام فرد کی طرح ہی رہتے تھے ان کی دل جوئی کے لیے ہنستے تھے اور کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے لیکن حکمِ خداوندی کی ادائیگی میں سستی برداشت نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی سوکن ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کچھ ایسے کہا جس سے ان کے پستہ قامت ہونے پر اعتراض ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جو بات تم نے کہی اگر سمندر میں تھوک دو تو اس کا پانی کڑوا ہو جائے۔ ایک بار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص کی نقل کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں کسی انسان کی نقل اتاروں اور میرے لیے اتنا اتنا مال ہو۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الغیبۃ)

موقع بموقع نصیحت کا اہتمام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موقع بموقع اپنے اہلِ خانہ کو نصیحت فرماتے تھے اور ان کی ایمانی اور عملی تربیت فرماتے تھے۔ ایک بار یہود کے بعض افراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور السلام علیکم آپ پر سلامتی ہو کے بجائے السام علیکم آپ کو موت آئے کہا (نعوذ باللہ)۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس گستاخی کی تاب نہ لا سکیں اور جواب میں بول اٹھیں؛ بلکہ تمہیں موت آئے اور تم پر خدا کی لعنت ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا: اے عائشہ نرمی اختیار کرو سختی اور بری بات سے بچو۔ (بخاری کتاب الادب باب لم یکن النبی ﷺ متفحشا رقم 6030)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر پڑھنے کے بعد علی الصبح ہی ان کے پاس سے چلے گئے اور وہ اس وقت اپنی نماز کی جگہ میں بیٹھی تھیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن چڑھے تشریف لائے اور وہ وہیں بیٹھی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت سے میں تم کو چھوڑ کر گیا ہوں تم اسی طرح بیٹھی ہو، حضرت جویریہ نے عرض کیا: جی ہاں! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارے بعد چار ایسے کلمات تین بار کہے ہیں کہ جو کچھ تم نے صبح سے اب تک پڑھا ہے اگر اس کا ان کلمات کے ساتھ وزن کرو تو ان کلمات کا وزن زیادہ ہوگا: وہ کلمات یہ ہیں: (سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ، عَدَدَ خَلْقِهِ، وَ رِضَا نَفْسِهِ، وَ زِنَةَ عَرْشِهِ، وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ) اللہ کی حمد اور تسبیح ہے، اس کی مخلوق کے عدد اور اس کی رضا اور اس کے عرش

کے وزن اوراس کے کلمات کی روشنائی کے برابر۔(مسلم فی الصحیح، کتاب: الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب: التسبیح أول النهار و عند النوم)

خواتین کی تربیت کے اثرات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انہی مقدس تعلیمات اور پاکیزہ صحبت کا اثر تھا کہ امہات المومنین کے ذریعے امت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی ٹھیک طریقے سے محفوظ ہوکر پہنچی۔ان پاکیزہ خواتین کو اللہ تعالی نے امت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ بنا کر گھریلو زندگی کے احکامات سے امت کو آگاہ کروایا۔گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں دین کی تعلیم وتبلیغ کی۔ظاہر ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کی تربیت کے ذریعے اوراس عملی نمونے کے باعث ہوا جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفا شعار وادا شناس رفیقۂ حیات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اشارہ کیا کہ کان خُلُقه القرآن یعنی آپ کے اخلاق قرآن ہیں۔یہ گواہی تو اس خاتون کی ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نبوت ملنے کے طویل عرصے بعد پائی۔ ذرا اس جانثار وسعادت مند خاتون کی گواہی بھی ملاحظہ فرمائیں جس نے نبوت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں 15 برس گزارے تھے۔پہلی وحی کے نزول کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کپکپی طاری تھی تو خدیجہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو کمبل اڑھایا اور یوں تسلی دی اللہ آپ کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔آپ رشتہ داریوں کو جوڑتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، فقیروں کو مال کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب ومشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔(صحیح البخاری کتاب بدء الوحی)

بچوں کی تربیت کے نمونے

اہلِ خانہ کی تربیت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کی تربیت کے سلسلے میں بھی روشن نمونے چھوڑے ہیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما میں سے ایک نے صدقے کی کھجوروں کے ڈھیر میں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور ان کے منہ سے وہ کھجور نکال دی اور فرمایا کہ ہمارے لیے یعنی آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقے کا

مال کھانا درست نہیں (یعنی صدقۂ واجب سادات کو لینا جائز نہیں)۔(ایضاً،کتاب الزکوٰۃ، رقم1485)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی 10 سال خدمت کی اور جب آپ کی خدمت میں لائے گئے تھے اس وقت 10 سال کے تھے ان کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھے اف تک نہیں کہا، میں نے کوئی کام کیا تو اس پر یہ نہیں فرمایا کہ تو نے یہ کیوں کیا اور اگر میں حکم پورا کرنے میں سستی کرتا تو مجھے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام کیوں نہیں کیا۔انھی کا بیان ہے کہ میں نے کبھی آپ سے زیادہ نرم ہاتھ کسی کا نہیں چھوا۔(شمائل ترمذی،1 /285،مکتبہ تجاریہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور دعا کی برکت سے بعد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ امام المسلمین بن گئے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو بڑے محبوب تھے۔حضرت فاطمہ مخزومیہ رضی اللہ عنہا سے چوری سرزد ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید کے ذریعے سفارش کرانی چاہی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹا جاتا۔ (مشکوٰۃ کتاب الحدود باب الشفاعۃ فی الحدود)۔

اولاد کے لیے دین کو ترجیح

آدمی اپنی اولاد کے لیے راحت اور دولت پسند کرتا ہے اور آج کل اولاد کے لیے بہترین فنی تعلیم اور ڈگریوں سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ اچھے پیسے کما کر دنیا میں آرام سے رہیں؛ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولاد کے لیے مال کی کثرت کو پسند کرنے کی بجائے دین کو اور آخرت کی راحت و آرام کو ترجیح دی۔ مال دیتے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے مسلمانوں کی ضرورت کو مقدم رکھا اور اپنی اولاد کو اللہ تعالی کے خزانوں اور اعمالِ صالحہ کے فضائل کی امید دلائی۔ایک مرتبہ غلاموں اور باندیوں کی کثرت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں کہ کوئی خادم مانگ سکیں؛ لیکن رعب کی وجہ سے ہمت نہ ہوئی اور واپس چلی گئیں۔ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس مقصد کے لیے آئی تھی۔ آپ ﷺ نے اپنی لاڈلی بیٹی سے فرمایا کہ کہ اگر کہو تو خادم دوں اور کہو تو اس سے بہتر بتادوں: وہ یہ کہ جب سونے لگو تو

33 مرتبہ سبحان اللہ 33 مرتبہ الحمدللہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لو (سنن ابی داؤد، باب فی التسبیح عندالنوم رقم 5062، 5063)

تربیتِ اولاد کے سلسلے میں آپ ﷺ کی ہدایات:

اولاد کی تربیت کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت دی کہ سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کی عادت ڈالی جائے اور 10 سال کی عمر میں (نماز نہ پڑھنے پر) مارو اور ان کے سونے کے بستر الگ کردو (سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰۃ)۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باپ پر بچے کا یہ بھی حق ہے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو حسنِ ادب سے آراستہ کرے (شعب الایمان للبیہقی بحوالہ معارف الحدیث کتاب المعاملات والمعاشرت)۔ایک اور جگہ فرمایا کہ کوئی باپ اپنے کسی بیٹے کو کوئی عطیہ اچھا ادب سکھانے سے بہترین نہیں دے سکتا (ترمذی باب ماجآء فی ادب الوالد رقم 1952) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس بندے کی تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اللہ تعالی کی طرف سے اس بندے کے لیے جنت کا فیصلہ ہے۔(سنن ترمذی باب ماجآء فی النفقۃ علی البنات والاخوات رقم 1912)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اپنی اولاد کا اکرام کرو اور (اچھی تربیت کے ذریعہ) ان کو حسنِ ادب سے آراستہ کرو۔(سنن ابن ماجہ، باب برّ الوالد والاحسان الی البنات رقم 3671)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے؛ مگر تین چیزیں ہیں جن کا ثواب برابر ملتا رہتا ہے وہ باقی رہ جاتی ہیں ایک صدقہ جاریہ دوسرے وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے اور تیسری نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہتی ہے۔(صحیح مسلم کتاب الوصیہ باب مایلحق الانسان من الثواب بعدوفاتہ رقم 1631)

دعا کا اہتمام

اہل وعیال کی حکیمانہ عملی تربیت کے ساتھ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کا اہتمام بھی نبی کریم ﷺ

کی سنت ہے۔قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی ایک اہم صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں کے لیے نیک اعمال میں مشغولیت کی دعا بھی کرتے ہیں۔سورۃ الفرقان میں ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان:74)

(اللہ کے خاص بندے) کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ہماری بیویوں اوراولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک دیجیے اورہمیں متقیوں کا امام بنادیجیے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ جوخود نیک ہوگا اس کی آنکھیں تبھی ٹھنڈی ہوں گی جب وہ بیوی بچوں کو اعمالِ صالحہ میں لگا دیکھے گا۔نیز جب اس کی ماتحت اہل وعیال متقی ہوں گے تو یہ متقیوں کا امام بن جائے گا۔نبی کریم ﷺ کی دعاؤں میں اہل وعیال کے لیے عافیت بھی مانگی گئی ہے۔عافیت ایسی جامع دعا ہے جس میں صحت، آرام،اطمینان، دینداری دنیا آخرت کی سبھی بھلائیاں آجاتی ہیں۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کلمات کو صبح اور شام کی دعاؤں میں چھوڑتے نہیں تھے:

اللَّهمَّ إنِّى أسألُكَ العفو والعافيةَ فى الدُّنيا والآخرةِ اللَّهمَّ إنِّى أسألُكَ العفوَ والعافيةَ فى دينى ودُنيايَ وأَهْلى ومالى اللَّهمَّ استرْ عَوْراتى وآمِن رَوعاتى. اللَّهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِي، وَعَنْ يَمِينِي، وَعَنْ شِمَالِي، وَمِنْ فَوْقِي، وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي) سنن أبى داؤد ابواب النوم رقم الحديث:5074، ط: دار ابن حزم).

ترجمہ:اے اللہ! بیشک میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں معافی اور عافیت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! بیشک میں تجھ سے اپنے دین، اپنی دنیا، اپنے اہل وعیال اور مال و دولت میں معافی اور عافیت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میرے عیبوں کو چھپا، اور مجھے میرے خوف اور اندیشوں سے محفوظ فرما۔اے اللہ! میرے سامنے سے بھی میری حفاظت فرما، میرے پیچھے سے بھی، دائیں سے بھی اور بائیں سے بھی اور اوپر سے بھی، اور میں آپ کی عظمت کے ذریعے اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں نیچے سے ہلاک کیا جاؤں۔

اہل وعیال کی تربیت سے غفلت کے نتائج

اہل وعیال کی تربیت سے غفلت انسان کو تنہا کردیتی ہے۔وہ نیکی اور تقویٰ کے راستے پر چلنا

چاہتا ہے؛ لیکن خود اس کے بیوی بچے اس کے راستے کی رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ ایسے میں یا تو وہ ان سے کنارہ کش ہو جائے گا یا پھر انھی کے رنگ میں ڈھل کر اپنا دینی نقصان کرے گا۔ بسا اوقات والدین اولاد کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی دینداری کی فکر نہیں کرتے۔ حالاں کہ انھیں جہنم کی آگ سے بچانا بذاتِ خود دین کا تقاضا ہے۔ نیز جیسے جیسے آگ کی ایک چنگاری بڑے پیمانے پر تباہی لا سکتی ہے ایسے ہی گھر میں ایک آدمی کی دین سے غفلت اور فکری و عملی کج روی پورے گھرانے کے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔

ایک دیندار شخص جو دین کی دعوت میں بھی کوشاں ہو، اس کی دعوت کی قبولیت و اثر پذیری میں اس کے اپنے اہل و عیال کا طور طریقہ بھی اہم ہے۔ اگر ایک مبلغ اور داعی کے اپنے گھر والے اس کی دعوت کا عکس نہ ہوں تو عام دلوں میں اس کی طرف کشش نہیں ہوتی۔ قرآنِ کریم سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات اور اس وقت اپنی اولاد کو انھوں نے جو نصیحت فرمائی اس کا نقشہ یوں کھینچتا ہے:

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (البقرہ:133)

بھلا اس وقت تم کیا موجود تھے جب یعقوب (علیہ السلام) کو موت آ پہنچی اور اس وقت انھوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ وہ بولے ہم عبادت کریں گے آپ کے اور آپ کے دادوں ابراہیم (علیہ السلام) اور اسمٰعیل (علیہ السلام) اور اسحاق (علیہ السلام) کے معبود کی جو معبودِ واحد ہے اور ہم تو اسی کے فرماں بردار ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقدس نبی تھے اور توحید کی تعلیم ان کا مستقل کام تھا، انھیں اس بات کی فکر تھی کہ خود ان کی اپنی اولاد اس مقصد سے ہٹنے نہ پائے۔ ایک پیغمبر کے زیرِ سایہ پلنے والوں کو اگر اس کی تلقین کی جا رہی ہے تو عام والدین کو اپنی زندگی اور موت کے بعد اولاد کے عقائد اور اعمال کی درستگی کی فکر کی کتنی ضرورت ہوگی؟

عصرِ حاضر میں مادیت کی دوڑ، سامانِ عیش و عشرت کی فراوانی، آخرت سے غافل لوگوں کی تیار کردہ کتب پر مبنی نصاب کی تعلیم، دین کی طلب کا عمومی فقدان اور اس کے مقابلے میں دنیا کے لیے بڑی سے بڑی قربانیوں کا رجحان، موبائل اور انٹرنیٹ کے بلا حدود و قیود استعمال، مخلوط تعلیمی تفریحی اور دفتری ماحول وغیرہ کی موجودگی میں اب گھر کے سربراہ کی ذمہ داری بدرجہا بڑھ چکی ہے۔ ایسے

نازک وقت میں اللہ تعالی سے توفیق مانگتے ہوئے حکمت وبصیرت کے ساتھ اہل وعیال کی تربیت کرنا ایک بڑا چیلنج ہے؛ لیکن بڑے اجروثواب اور خیر وبرکت کے حصول کا باعث بھی ہے۔اس حوالے سے مندرجہ ذیل امور ان شاء اللہ مفید ومددگار رہوں گے:

۱- دل سے اہل وعیال کی خیر خواہی، ہمدردی اور دنیا وآخرت کی بھلائی چاہنا اور اس کی خواہش کہ وہ جہنم سے محفوظ رہیں۔

۲- خود دین سیکھنا، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا۔

۳- اپنی ذات سے عملی نمونہ دینا۔

۴- لڑکوں کو مناسب عمر آنے پر نمازِ باجماعت کا پابند بنانا اور لڑکیوں کو اول وقت میں گھر میں نماز پڑھنے کا عادی بنانا۔

۵- لڑکیوں کے لباس پر خاص توجہ دینا اور ڈھیلے ڈھالے لباس کا عادی بنانا۔

۶- اہل وعیال کو وقت دے کر ان کے مسائل سننا۔

۷- ایک وقت مقرر کر کے ان کے ساتھ مل کر دینی کتاب پڑھنا۔

۸- نیک لوگوں کے ساتھ جوڑنا۔

۹- گھر میں سادگی کو رواج دینا۔

۱۰- ان کے لیے دعاؤں اور صلوٰۃ الحاجت کا اہتمام کرنا۔

* * *

اصلاحِ معاملات کی ضرورت واہمیت

از: مفتی محمد طارق محمود
مدرس ومعین مفتی جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور

ہمارے دینِ اسلام کے پانچ بنیادی شعبے ہیں: ایمانیات، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرات۔ پہلے دوشعبوں کی طرف عام طور پر کچھ توجہ ہوتی ہے، لیکن آخری تینوں شعبوں کا عوام تو کجا، خواص کو بھی کماحقہ اہتمام نہیں الا ماشاء اللہ۔ چنانچہ دین کے اس بنیادی شعبے کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے زیرِنظر مضمون میں اس کا بنیادی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے ذیلی موضوعات کچھ یوں ہیں: ۱: معاملات سے کیا مراد ہے؟ ۲: معاملات کی درستگی کے بارے میں کچھ آیات واحادیث ۳: خلاف شرع معاملات کے دنیاوی اوراخروی نقصانات ۴: اسلام کے مالیاتی قانون کے بنیادی اصول ۵: معاملات کی اصلاح کا طریقہ اور تدابیر ۶: افضل ترین پیشہ کونسا ہے؟ ۷: اصلاحِ معاملات اور اشاعتِ اسلام

۱- معاملات سے کیا مراد ہے؟

کوئی انسان اپنی ساری مالی ضروریات اکیلے پوری نہیں کرسکتا۔ معاشرے میں رہتے ہوئے افراد کو اپنی ضرورت اور فائدے کے تحت دوسروں سے لین دین کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس لین دین کے بغیر عالم کی بقا نہیں۔ اسلامی ماہرین قانون فرماتے ہیں: ولشرعیة المعاملات البقاء المقدر أی للعالم. یعنی معاملات کے احکام کا سبب اللہ تعالیٰ کا عالم کو باقی رکھنے کا ارادہ ہے، کہ افراد باہمی لین دین کرکے اپنی حاجات پوری کریں اور نظام عالم قائم رہے۔ (توضیح تلویح: ۲/۲۸۵، ۲۸۸) حقوق العباد کی چار بنیادی قسمیں ہیں۔ دوسرے کی جان، مال، عزت اور دین کی حفاظت کرنا۔ مالی لین دین میں کسی پر ذرہ بھر ظلم نہ ہو اور عین عدل کے ساتھ معاملات ہوں۔ معاملات سے متعلق اسلامی قانون کا مقصد اسی ظلم کا خاتمہ ہے۔

معاملات ومعاشرات کے سارے احکام کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی سے کسی کو ایذا، وضرر نہ ہو، خواہ جانی ہو یا مالی۔اس کا لحاظ شریعت میں کمال درجہ پر کیا گیا ہے۔(خطبات حکیم الامت:۱۲/۱۷۳)
عبادات سے مراد وہ کام ہیں جن کا مقصود اصلی اللہ تعالی کا قرب اور آخرت کا ثواب ہے۔مثلا نماز، روزہ، زکاۃ، حج، عمرہ وغیرہ۔اور معاملات سے مراد وہ کام ہیں جن کا مقصود اصلی بندوں کا دنیاوی فائدہ ہے۔مثلا خرید وفروخت، کرایہ داری، ملازمت، گروی، قرض، ہبہ وغیرہ۔ (مأخذہ: شامی: ۴/۵۰۰) معاملات کے لیے مغربی قانون میں سول لا، ردیوانی قانون کی اصطلاح ہے، تاہم اسلام میں معاملات کا دائرہ مغرب کے سول لا، سے بہت وسیع ہے۔(علم اصول فقہ ایک تعارف:ص۱۴، ۱۵)

۲-معاملات کی درستگی کے بارے میں کچھ آیات واحادیث

قرآن وحدیث میں بالکل واضح ارشادات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری زندگی کا یہ شعبہ بھی دین کے دائرے میں داخل ہے۔ہم مال کمانے اور خرچ کرنے میں آزاد نہیں بل کہ شریعت کے حکم کے پابند ہیں۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے: يا أيها الذين آمنوا لاتاكلوا اموالكم بينكم بالباطل الا ان تكون تجارة عن تراض منكم. (نساء: ۲۹) اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق (یعنی ناجائز) طور پر مت کھاؤ (برتو) لیکن (جائز طور پر مثلا) کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے واقع ہو (بشرطیکہ اس میں اور بھی سب شرائط شرعیہ ہوں) تو مضائقہ نہیں۔ (بیان القرآن: ۱/۱۶۴، بتسہیل، نہی از تصرف غیر مشروع در نفس یا مال کسے) یہاں ناحق مال کھانے سے روکا گیا ہے، اس میں خلاف شرع مالی معاملات کی سب صورتیں شامل ہیں۔(دیکھیے: تفسیر ابن کثیر: ۲/۲۳۴، ۲۳۵، تفسیر مظہری: ۲/۸۷، روح المعانی: ۳/۱۶) یعنی یہاں اکل بالباطل اور تجارت دونوں میں خاص بول کر عام مراد ہے بطور مجاز مرسل۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لاتزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن عمره فيما أفناه وعن علمه فيم فعل وعن ماله من أين اكتسبه وفيم أنفقه وعن جسمه فيم أبلاه. (سنن ترمذی: ۲۴۱۷، حسن صحیح) آدمی کے قدم قیامت کے دن ہٹ نہیں سکیں گے جب تک اس سے عمر کے بارے میں نہ پوچھا جائے کس کام میں ختم کی اور اس کے علم کے بارے میں کیا عمل کیا اور اس کے مال کے بارے میں کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور اس کے جسم کے بارے میں کہاں کھپایا؟ اس سے معلوم ہوا کہ آخرت کے امتحان میں پانچ میں سے دو سوالات مالی معاملات سے متعلق ہیں!

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ويل للمطففين (مطففین: ۱) بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے

والوں کی کہ جب لوگوں سے (اپنا حق) ناپ کرلیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔(بیان القرآن:۲۱۴/۷/۳) یہ آیت خرید وفروخت سے متعلق ہے؛ لیکن علت کے مشترک ہونے کی وجہ سے سب معاملات کا حکم یہی ہے کہ دوسرے کے حق میں کمی کرنا باعث ہلاکت ہے۔(ملفوظات حکیم الامت: ۱۲۱/۲۹ بتسہیل) مثلاً اگر ملازم طے شدہ وقت یا کام پورا نہیں کرتا تو اس وعید میں داخل ہے اور اگر کام لینے والا اس کی اجرت پوری نہیں دیتا تو وہ بھی اس وعید میں داخل ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے: يا أيها الرسل كلوا من الطيبت واعملوا صالحا. (مومنون:۵۱) اے رسولو! کھاؤ ستھری چیزیں اور کام کرو بھلا۔(یعنی سب رسولوں کے دین میں یہی ایک حکم ہے کہ حلال کھانا حلال راہ سے کما کر اور نیک کام کرنا)۔(موضح قرآن:ص۴۴۷) اس سے واضح ہوا کہ حلال کمائی کو نیک اعمال میں بڑا دخل ہے۔

۳- خلاف شرع معاملات کے دنیاوی اوراخروی نقصانات

اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی سے معاملے میں جو خرابی آتی ہے اس کے تین درجے ہیں:۱: معاملے کی حقیقت میں بگاڑ آئے۔اس صورت میں معاملہ باطل ہوتا ہے، جیسے مردار بیچنا۔۲: معاملے کی صفت میں بگاڑ آئے۔اس صورت میں معاملہ فاسد ہوتا ہے۔جیسے غلط شرط لگا کر بیچنا مثلاً یوں کہنا کہ میں نے تمھیں یہ چیز بیچی اس شرط پر کہ تم مجھے اتنا قرض بھی دو۔۳: خرابی معاملے کی حقیقت اور صفت سے خارج ہو۔اس صورت میں معاملہ مکروہ ہوتا ہے۔جیسے جمعہ کی اذان کے وقت بیچنا۔ (مأخذہ: شامی: ۴۰۲/۶، ۴۷۶)۔ پھر اس بگاڑ کی شدت اور خفت کے لحاظ سے آخرت میں سزا کا مستحق ہوتا ہے۔(دیکھیے : فتاوی دار العلوم دیوبند: ۲۰۲/۱۵،امداد الفتاوی:۳۳۵/۳، ۳۳۶) اور دنیاوی احکام کے لحاظ سے ایسے خرابی والے معاملے کو ختم کر کے لین دین واپس کرنا اور توبہ کرنا دونوں ضروری ہوتے ہیں۔(مأخذہ: شامی: ۱۰۱/۵، ۱۰۵) یہ ایک عام ضابطہ ہوا معاملات کے بارے میں۔آگے نقصانات کی جزئی تفصیل ہے۔

۱: معاملات کے احکام پر عمل نہ کرنے سے بسا اوقات آدمی کی کمائی حلال نہیں رہتی؛ حالاں کہ حلال کمانا ایک فریضہ ہے،اور فریضے کو چھوڑنا گناہ ہے۔نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: كسب الحلال فريضة بعد الفريضة. حلال مال طلب کرنا فرض ہے دوسرے فرض کے بعد۔(المقاصد الحسنة للسخاوی:۵۰۵/۱، له شواهد... بعضها يو كده بعضالاسيما وشواهدها كثيرة)مطلب یہ کہ جو فرض اسلام کے رکن ہیں جیسے نماز،روزہ وغیرہ،ان کے بعد حلال مال طلب کرنا بھی فرض

ہے۔اور یہ فرض اس شخص کے ذمے ہے جس کے پاس ضروری خرچ کے لیے مال موجود نہ ہو(بہشتی زیور مدلل:ص۳۹۵ بہ تلخیص)امام بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان میں ایمان کا ۴۸ واں شعبہ طلب حلال ذکر فرمایا ہے۔۲:حرام آمدنی والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔نبی اکرم ﷺ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے،اس کے بال بکھرے ہیں،جسم غبار آلود ہے۔وہ آسمان کی طرف دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب اے میرے رب حالاں کہ اس کا کھانا حرام ہے اوراس کا پینا حرام ہے اوراس کا لباس حرام ہے اوراسے حرام غذا ملی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟ (صحیح مسلم:۱۰۱۵،مختصر)۳:حرام مال سے کیا ہوا صدقہ قبول نہیں ہوتا۔(مصدر سابق)۔بل کہ حرام مال سے صدقہ کرنے میں کافر ہوجانے کا خطرہ ہے۔(شامی:۲/۲۹۲ بہ تلخیص)۴:حرام مال سے آدمی جی نہیں بھرتا اور قیامت کے دن حرام آدمی کے خلاف گواہی دے گا۔(صحیح بخاری:۲۸۴۲، مختصر)۵:نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: انه لايدخل الجنة لحم نبت من سحت، النار اولى به. (مسند احمد:۱۴۴۴۱/۱،اسنادہ علی شرط مسلم)حرام مال سے پلا ہوا بدن جنت میں نہ جائے گا،آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔۶: نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جوایک بالشت زمین ناحق لے گا اسے قیامت کے دن اس زمین کا ساتوں زمینوں تک طوق پہنایا جائے گا۔(صحیح بخاری:۳۱۹۸،مختصر)۷-۱۱:حرام غذا سے دین سے دوری،نورانیت کا خاتمہ،خواہشات کا غلبہ،نیکی میں کم ہمتی اور برے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔اور حلال غذا سے نورانیت،صحیح سمجھ،اللہ تعالی کی محبت، نیک خیالات، ہمت اور دل جمعی پیدا ہوتی ہے۔(صفائی معاملات:ص۶۴،معارف القرآن:۱/۴۱۶ بہ تلخیص)

الغرض خلاف شرع معاملات کا سب سے بڑا نقصان آمدنی حرام ہونا اور گناہ ہونا ہے۔اور موافق شرع معاملات کا نتیجہ حلال آمدنی اور نیکی کی توفیق ہے۔حضرت مولانا احمد علی لاہوری (م۱۳۸۱ھ) فرماتے ہیں:مسلمانوں کی موجودہ بے دینی میں ۸۰ فیصد حرام اور مشکوک مال کھانا پینا ہے۔۱۰ فیصد بے نمازوں کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیزوں کا کھانا ہے۔اور باقی ۱۰ فیصد بے دینوں اور نااہلوں کی صحبت ہے۔(ملفوظات مولانا احمد علی لاہوری:ص۲۷ بتسہیل)امام محمد بن حسن شیبانی (م۱۸۹ھ) سے کہا گیا آپ زہد کے بارے میں کوئی کتاب کیوں نہیں لکھتے! تو فرمایا میں کتاب البیوع لکھ چکا ہوں۔آپ کی مراد یہ تھی کہ اس میں حلال وحرام معاملے لکھ چکا ہوں اور زہد کی حقیقت یہی ہے کہ حرام سے اجتناب ہو اور حلال کی رغبت ہو۔(العنایۃ:۷/۳،کتاب الکسب:ص۲۰،مقدمہ شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ)مالیاتی احکام پر پہلی باقاعدہ کتاب امام محمد کی یہی کتاب الکسب ہے۔معاصر

اصطلاح کے مطابق یہ کتاب اسلامی معاشیات کے موضوع پر ہے۔(مأخذہ: کتاب الکسب: ص۴۷-۴۹)

۴-اسلام کے مالیاتی قانون کے بنیادی اصول

۱-۳: سچ بولنا، بات صاف کرنا، اور قسم پوری کرنا: نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: (خرید و فروخت کرنے والے) اگر سچ بولیں اور صاف بات کریں تو ان کے سودے میں برکت ہوتی ہے۔(صحیح بخاری: ۲۰۷۹، مختصر) فقہائے کرام نے ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ معاملے میں ایسی جہالت جس کی وجہ سے جھگڑا ہو اس سے معاملہ ناجائز ہوجاتا ہے۔(شامی: ۵۳۰/۴) اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تاجر لوگ قیامت کے دن گناہ گار اٹھائے جائیں گے سوائے اس کے جو اللہ سے ڈرا اور قسم پوری کی اور سچ بولا۔(سنن ترمذی: ۱۲۱۰، حسن صحیح) اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: سچا امانت دار تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔(سنن ترمذی: ۱۲۰۹، حسن لانعرفہ الامن ہذا الوجہ)۔قال الحاکم: من مراسیل الحسن۔لکن لہ شواہد عندالدارقطنی وغیرہ۔(فیض القدیر: ۳۳۹۲)

۴-۶: جھوٹ، دھوکے اور جھوٹی قسم سے بچنا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (خرید و فروخت کرنے والے) اگر بات چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کے سودے کی برکت مٹادی جاتی ہے۔(صحیح بخاری: ۲۰۷۹، مختصر) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ قیامت کے دن نہ بات کرے گا اور نہ انھیں دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک سزا ہے۔ان میں سے ایک، جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والا ہے۔(صحیح مسلم: ۱۰۶، مختصر) نبی اکرم ﷺ کا گزر غلے کے ایک ڈھیر پر ہوا۔آپ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر میں ڈالا تو انگلیوں کو تری لگی۔آپ نے فرمایا: غلے والے یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اس پر بارش پڑی ہے۔آپ نے فرمایا تو نے گیلا غلہ اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگ اسے دیکھ لیں؟ من غش فلیس منی جس نے دھوکہ دیا ملاوٹ کی وہ مجھ سے نہیں۔(صحیح مسلم: ۱۰۲) نبی اکرم ﷺ نے غرر والے سودے سے منع فرمایا ہے۔(صحیح مسلم: ۱۵۱۳، مختصر) غرر سے مراد یہ ہے کہ ایسی جہالت ہو جس کی وجہ سے جھگڑا ہو یا ایسی چیز بیچے جس کو سپرد نہ کرسکے یا ایسی شرط لگائے جس کے ہونے نہ ہونے کا برابر امکان ہو یا لین دین کو آئندہ وقت کی طرف نسبت کرے۔(درس مسلم: ۳۶/۲، بتسہیل) دھوکے کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ گاہک کے آنے پر کوئی جھوٹ موٹ بھاؤ کرنے لگے تاکہ اصل خریدار راضی ہوجائے۔اسے ''نجش'' کہتے ہیں۔حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔(صحیح بخاری: ۲۱۴۰، مختصر) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں دو

(کاروباری) شریکوں کے ساتھ تیسرا ہوتا ہوں جب تک وہ ایک دوسرے سے خیانت نہ کریں۔ جب ایک دوسرے سے خیانت کرتا ہے تو میں الگ ہو جاتا ہوں۔(سنن ابی داؤد:۳۳۸۳ سکت عنہ ابوداود والمنذری/اسنادہ جید: البدر المنیر لابن الملقن:۶/۲۱/۷،۲۲/۷ مستدرک حاکم:۲۳۲۲/صححہ الحاکم والذہبی)

۷-۹: چوری،غصب اور ڈکیتی سے بچنا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: چوری کرنے اور لوٹنے کے وقت آدمی کا ایمان نہیں ہوتا۔(صحیح بخاری:۶۷۷۲ مختصر) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو ایک بالشت زمین ناحق لے گا اسے قیامت کے دن اس زمین کا ساتوں زمینوں تک طوق پہنایا جائے گا۔(صحیح بخاری:۲۴۵۲ مختصر)

۱۰،۱۱: جوئے اور رشوت سے بچنا: جوئے کو قرآن مجید میں ناپاک شیطانی کام کہا گیا ہے۔(مائدہ:۹۰) جوئے سے مراد ایسا معاملہ جس میں دوسرے کا مال بھی مل جائے یا اپنا بھی ہاتھ سے جاتا رہے۔اس میں ایک کو سراسر نفع اور دوسرے کو سراسر نقصان ہوتا ہے۔(مأخذہ: معارف القرآن: ۵۳۲/۱،۵۳۴) مثلاً یوں کہا کہ اگر میں دوڑ جیتا تو تم اتنے پیسے دوگے،اگر تم جیتے میں اتنے دوں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: رشوت دینے اور رشوت لینے والے پر اللہ نے لعنت کی ہے۔(صحیح ابن حبان:۵۰۷۷،سنن ترمذی:۱۳۳۷/حسن صحیح) رشوت کی جامع تعریف جو تمام اقسام رشوت پر حاوی ہے یہ ہے کہ کسی غیر متقوم چیز کا عوض لینا۔(یعنی جو کام شریعت کی نظر میں قابل معاوضہ نہ ہو اس پر معاوضہ لینا)۔(ملفوظات حکیم لامت:۱۰۵/۲۴، نیز دیکھیے حضرت تھانوی کا رسالہ: کشف الغشوۃ عن وجہ الرشوۃ)

۱۲: سود سے بچنا: قرآن مجید میں سودی لین دین کرنے والے کے خلاف اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ کیا گیا ہے۔(بقرۃ:۲۷۹) سورہ آل عمران آیت ۱۳۱ میں سود لینے دینے پر مسلمانوں کو اس آگ سے ڈرایا گیا ہے جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ یہ آیت سب سے زیادہ ڈرانے والی ہے۔(بیان القرآن:۳۳۴/۱) کیوں کہ مسلمانوں کو کافروں والی آگ سے ڈرایا گیا ہے۔سود سے متعلق قرآن مجید میں ۷ آیات ہیں۔(مسئلہ سود: ص ۶۶ بہ تلخیص) دور جاہلیت میں سود پر قرض کا لین دین ذاتی ضرورت کے لیے بھی ہوتا تھا اور تجارتی ضرورت کے لیے بھی۔(مسئلہ سود:ص ۱۰۵ بہ تلخیص) نبی اکرم ﷺ نے سود کھانے (لینے) والے، سود کھلانے (دینے) والے، سودی دستاویز لکھنے والے اور اس کے گواہ بننے والوں پر لعنت فرمائی

ہے۔اور فرمایا یہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔(صحیح مسلم:۱۵۹۸) نبی اکرم ﷺ نے سونے کو سونے کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے، گندم کو گندم کے عوض، جو کو جو کے عوض، کھجور کو کھجور کے بدلے اور نمک کو نمک کے عوض فروخت کرنے سے منع کیا ہے الا یہ کہ برابر سرابر ہو، دست بدست ہو۔سو جس نے زیادہ دیا یا لیا تو سود ہوا۔(صحیح مسلم:۱۵۸۷،مختصر) اور ایک روایت کے آخر میں یہ اضافہ: جب یہ اجناس مختلف ہوں تو جیسے چاہو بیچو جب کہ دست بدست ہو۔(مصدر سابق) جن چیزوں میں سود کی حرمت صاف طور پر قرآن وحدیث میں آئی ان میں حرمتِ ربا منصوص ہے۔پھر مجتہدین کا اتفاق ہے کہ حدیثِ مذکور کی نہی معلول بالعلت ہے۔(ہدایہ:۶۱/۳) البتہ علت کی تعیین میں فقہاء کا اختلاف ہے۔جہاں علت پائے جانے پر سب کا اتفاق ہے وہاں حرمتِ ربا اجماعی ہے۔اور جہاں بعض مجتہدین کے ہاں علت پائی گئی وہاں حرمتِ ربا اجتہادی ہے۔اس طرح سود کی کل تین قسمیں ہوگئیں: منصوص، اجماعی اور اجتہادی۔سود کی جامع تعریف جو سب قسموں پر صادق آئے یہ ہے کہ: مالی معاوضے کے عقد میں ایک جانب کو ایسا اضافہ دینا جس کے مقابلے میں دوسری جانب کو کچھ نہ ملے۔چنانچہ ایسے عقود میں کوئی غلط شرط لگادی جس کی وجہ سے ایک جانب کو اضافہ ملا تو سود ہوگیا۔(مأخذہ: شامی:۱۶۹/۵، ۲۴۹) اور مالی معاوضہ میں خرید وفروخت، قرض، کرایہ، ملازمت وغیرہ کل ۲۲ قسم کے معاملات شامل ہیں جن میں سود ہوسکتا ہے۔(مأخذہ: شامی:۲۴۰/۵-۲۴۹)

۱۳، ۱۴: حقدار کی سخت بات برداشت کرنا اور ادائے گی بہترین طریقے سے کرنا: ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے اونٹ کا مطالبہ کیا (جو آپ نے اسے دینا تھا) اور سختی کی۔صحابہ نے اسے فہمائش کرنی چاہی تو آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو کیوں کہ حق دار کو بات کہنے کا حق ہوتا ہے۔اسے ایک اونٹ خرید کر دیدو۔صحابہ نے عرض کیا اس کے اونٹ سے بڑا اونٹ ہی مل رہا ہے۔آپ نے فرمایا: وہی خرید کر دیدو فان خیر کم أحسنکم قضاء تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو بہترین طریقے سے ادائیگی کریں۔(صحیح بخاری:۲۳۹۰، عمدۃ القاری:۱۳۶/۱۲، نیز ۴۵/۱۲) نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ رحم کرے اس شخص پر جو بیچتے وقت سخاوت سے کام لے اور خریدتے وقت (بھی) اور مطالبہ کرتے وقت (بھی)۔(صحیح بخاری:۲۰۷۶) اور فرمایا: اللہ رحم کرے اس شخص پر جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھے۔(سنن ترمذی:۴۳۰، حسن غریب) ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ جیسے حسنِ عبادت پر رحمت ملتی ہے ایسے ہی حسنِ معاملہ پر بھی رحمت ملتی ہے۔اس سے بھی معاملات کی اہمیت ظاہر ہوئی۔

۱۵: ادائے گی میں بلاوجہ تاخیر کرنا ظلم ہے: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صاحبِ وسعت کا (ادائیگی) ٹالنا ظلم ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۴۰۰)

۱۶: قرض دینے کی فضیلت اور لینے کی مذمت: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قرض آدھے صدقے کی طرح ہے۔ (مسند احمد: ۳۹۱۱، حسن اسنادہ محققوہ، مختصر) نبی اکرم ﷺ مقروض ہونے سے بچنے کی دعا کثرت سے فرمایا کرتے تھے۔ (سنن نسائی: ۵۴۷۲، مختصر) اور آپ ﷺ نے دَین کے غلبے اور بوجھ سے حفاظت مانگی ہے۔ (سنن نسائی: ۵۴۷۵، ۵۴۷۶، مختصر) لہٰذا سخت ضرورت کے بغیر قرض لینا اچھا نہیں۔ اگر مجبوری میں قرض لے لیا تو اس کی ادئیگی کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: شہید کا ہر گناہ معاف کر دیا جاتا ہے سوائے دَین کے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۸۶)

۱۷: تنگ دست کو مہلت دینا: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے تنگ دست کو مہلت دی یا اسے معاف کیا اللہ اسے اپنے سائے میں رکھے گا۔ (صحیح مسلم: ۳۰۰۶)

۱۸: اقالے کی ترغیب: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان سے اقالہ کیا اللہ اس کا گناہ معاف کرے گا۔ (سنن ابی داؤد: ۳۴۶۰، صحیح: البدر المنیر: ۶/۵۵۶) اقالے کا مطلب ہے مثلاً خرید وفروخت ہو جانے کے بعد دوسرے کے کہنے سے سودا ختم کر کے پیسے یا چیز پوری بغیر کٹوتی واپس کر دینا۔

۱۹: بھیک مانگنے کی مذمت: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی مانگتا رہتا ہے حتی کہ قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا نہیں ہوگا۔ (صحیح بخاری: ۱۴۷۴) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ (دینے والا)، نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے۔ جو شخص (حرام اور سوال) سے بچنا چاہتا ہے اللہ اسے بچاتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۱۴۲۷، مختصر) جس کے پاس ایک دن کا کھانا ہو یا وہ محنت مزدوری کر سکتا ہو اس کے لیے سوال کرنا جائز نہیں۔ (تحفۃ الفقہاء: ۱/۳۰۲)

۲۰: معاہدہ پورا کرنا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وأوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا. (اسراء: ۳۴) اور عہدِ (مشروع) کو پورا کیا کرو۔ بے شک ایسے عہد (کی قیامت میں) باز پرس ہونے والی ہے۔ عہد میں تمام احکام الٰہیہ اور تمام عقود جو بندوں میں ہوتے ہیں داخل ہیں۔ (بیان القرآن: ۲/۱۷۷، بتسہیل) نبی اکرم ﷺ نے منافق کی علامتوں میں فرمایا: واذا وعد اخلف واذا عاهد غدر (صحیح بخاری: ۳۱۷۸) جب وعدہ کرے توڑے اور جب معاہدہ کرے اس کی خلاف ورزی کرے۔

۲۱: ذخیرہ اندوزی منع ہے: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ذخیرہ اندوزی خطا کار ہی کرتا ہے۔(صحیح مسلم: ۱۶۰۵) ذخیرہ اندوزی کے معنی ہیں غلے کو لوگوں کی ضرورت کے وقت مہنگائی کے انتظار میں روکے رکھنا۔(امدادالفتاوی: ۱۹/۳ بتسہیل و تلخیص)

۲۲، ۲۳: ملکیت اور قبضے میں آنے سے پہلے بیچنا منع ہے: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حلال نہیں قرض اور بیع اور نہ ہی بیع میں دو شرطیں اور نہ ضمان (قبضے) سے پہلے بیچنا اور نہ وہ چیز بیچنا جو تمھارے پاس نہ ہو (یعنی تمھاری ملکیت میں نہ ہو)۔(سنن ترمذی: ۱۲۳۴ حسن صحیح) قرض اور بیع کے حلال نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک عقد میں ان دونوں کو جمع نہیں کیا جاسکتا۔ مثلا یوں کہا کہ میں نے تجھے اتنا قرض دیا اس شرط پر کہ تم نے مجھے اپنا گھر اتنے کا بیچا، یا بیع میں قرض کی شرط لگادی۔ بیع میں دو شرطوں کا مطلب یہ ہے کہ یوں کہا فوری ادائیگی کرو تو اتنے کی چیز اور ایک ماہ بعد ادا کرو تو اتنے کی اور عقد کے وقت کسی ایک شق پر اتفاق نہ ہو۔(اعلاء السنن: ۱۸۵/۱۴ بہ تلخیص)

۲۴: ملازموں کے حقوق کی نگہداشت: نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت (ماتحتوں) کے (حقوق) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔(صحیح بخاری: ۸۹۳ مختصر) رعیت کے عموم میں آدمی کے ماتحت ملازم بھی داخل ہیں۔

۲۵: بروکر قیمت کے مصنوعی اتار چڑھاؤ کا سبب نہ بنے: نبی اکرم ﷺ نے شہری کے دیہاتی کے لیے (بروکر بن کر) بیچنے سے منع فرمایا ہے۔(صحیح بخاری: ۲۱۴۰ مختصر، شامی: ۱۰۲/۵، ۱۰۳) اس سے معلوم ہوا کہ بروکر (مڈل مین) کو چیز کی قیمت میں مصنوعی اتار چڑھاؤ نہ کرنا چاہیے۔ چیز کی اصلی قدر اور مارکیٹ ریٹ کا لحاظ کرنا چاہیے۔

یہ ۲۵/ اصول بطور نمونہ ذکر کیے گئے ہیں جن سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کے مالیاتی قانون میں کسی کو دوسرے پر ظلم کی ذرا بھی گنجائش نہیں۔ اس میں کمال درجے کا عدل ملحوظ ہے۔ حدیث کی کسی کتاب کی فہرست ملاحظہ کرنے سے واضح ہوگا کہ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات مالی لین دین سے متعلق کتنی کثرت سے ہیں۔ پھر فقہائے کرام نے ان ارشادات کی پوری تشریح کردی ہے۔ چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ کی چار جلدیں ہیں، ان میں سے ایک جلد عبادات سے متعلق ہے اور تین جلدیں معاملات سے متعلق ہیں۔ اس سے بھی معاملات کی وسعت اور اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

معیشت خواہ فرد کی ہو، خواہ قوم کی ہو، خواہ عالم کی ان تعلیمات سے ہٹنا بربادی کا سبب بنتا ہے۔ چنانچہ ۲۰۰۸ء میں عالمی معاشی بحران آیا۔ جس میں بڑے بڑے بینک دیوالیہ ہوگئے۔ عالمی

شہرت یافتہ کمپنیاں قلاش ہوکر بند ہوگئیں۔۲۰۱۰ء میں ورلڈاکنامک فورم کا اجلاس ہوا،جس میں اس بحران کے اسباب پر ماہرین نے گفتگو کی۔اس میں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کو بھی دعوتِ خطاب دی گئی۔حضرت کے خطاب کا اردو ترجمہ موجودہ عالمی معاشی بحران اور اسلامی تعلیمات کے نام سے مطبوع ہے، جو اہل علم کے قابل مطالعہ ہے۔اس میں حضرت نے جن اسباب کی نشاندہی فرمائی وہ وہی معاملات تھے جن پر اسلام نے پابندی عائد کی ہے!!

۵-معاملات کی اصلاح کا طریقہ اور تدابیر

۱:اپنی ملازمت،کاروبار اور ہر طرح کے لین دین کا کسی مستند دارالافتاء سے آڈٹ کرائیں اور خلافِ شرع معاملات کو بالکل چھوڑ دیں۔اور اگر ماضی میں کوئی غلطی ہوئی ہو تو اس کی بھی تلافی کریں۔آدمی جو ذریعہ روزگار اختیار کرنے لگے اس کے بارے میں شرعی احکام معلوم کرنا اس پر فرض ہوتا ہے،تاکہ وہ ناجائز معاملے سے بچ سکے۔(مأخذہ:شامی:۴۲/۱)رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: علمِ (دین) حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔(سنن ابن ماجہ:۲۲۴/حسنہ المزی والسیوطی)یعنی اتنا علم جس سے اپنی زندگی دین کے دائرے میں رکھ سکے۔

۲:اگر بزنس زیادہ بڑا ہو تو کسی مستند اہل فتوی عالم کو اپنے ہاں شریعہ ایڈوائزر کے طور پر رکھیں اور اس کی رہنمائی سے کام کریں۔نیز اس پر کوئی دباؤ ڈال کر اپنے مطلب کا فتوی لینے کی کوشش نہ کریں۔اس کے سامنے صورت مسئلہ کی وضاحت کریں اور جو فتوی بتائے اس پر عمل فرمائیں۔یہاں اہل علم حضرات کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ اگر وہ بکثرت پیش آنے والے معاملات کی شریعہ آڈٹ رپورٹ از خود مرتب کرکے شائع فرمادیں تو عمل کرنے والوں کو بہت سہولت ہوگی۔چنانچہ بندہ نے اس نوعیت کے بعض فتاوی تحریر کیے ہیں۔مثلاً مسجد اور مدرسے کا مالیاتی نظام،بیعانے کی دستاویز کا شرعی جائزہ،اقرار نامہ معاہدہ کرایہ داری کا شرعی جائزہ،ایڈوب سٹاک کنٹری بیوٹر ایگریمنٹ کا جائزہ وغیرہ۔یہ فتاوی انٹرنیٹ کی مشہور ڈیجیٹل لائبریری آرکائیو ڈاٹ آرگ پر مفت ڈاؤن لوڈ کے لیے دستیاب ہیں۔آرکائیو پر بندہ کے نام سے ایک مکتبہ ہے وہاں رجوع فرمائیں۔

۳:رزق کی تلاش مختصر رکھنا۔نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: رزق کو دیر سے ملنے والا نہ سمجھو، کیوں کہ آدمی کو اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک اس کا آخری رزق اسے مل نہ جائے۔لہٰذا تلاش مختصر رکھو۔حلال لینا اور حرام چھوڑ دینا۔(صحیح ابن حبان:۳۲۳۹،مستدرک حاکم:۲۱۳۵/صححہ الذہبی،۷/۹۲۴/صححہ الحاکم والذہبی)جب طے شدہ رزق وقت سے پہلے نہیں مل سکتا تو ناجائز ذرائع

کیوں اختیار کیے جائیں۔

۴: بھروسہ اللہ تعالی پر رکھنا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ماں کے پیٹ میں جب بچے میں روح پھونکی جاتی ہے تو فرشتے کو چار چیزیں لکھنے کا حکم ہوتا ہے: بچے کا رزق، موت، عمل اور انجام (صحیح مسلم: ۲۶۴۳، مختصر) کسی شاعر نے خوب کہا ہے: مالك العالمين ضامن رزقي - فلماذا اكلف الخلق رزقي - قد قضى لي بما علي ومالي - مالكي في قضاءه قبل خلقي - فكما لايرد عجزي رزقي - فكذا لايجر رزقي حذقي جہانوں کا مالک میرے رزق کا ضامن ہے۔ تو میں مخلوق کو رزق کی تکلیف کیوں دوں؟ میرے نفع نقصان کا فیصلہ کر دیا ہے۔ میرے مالک نے اپنی تقدیر میں میری پیدائش سے پہلے۔ تو جیسے میری کمزوری میرا رزق دور نہیں کر سکتی۔ ایسے ہی میری طاقت میرا رزق کھینچ نہیں سکتی۔

۵: اللہ تعالی کے دیے ہوئے حلال رزق پر دل وجان سے راضی ہو جانا: نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالی بندے کو دے کر امتحان لیتے ہیں۔ جو ان کی تقسیم پر راضی ہو جائے اسے برکت اور وسعت دیتے ہیں اور جو راضی نہ ہو اسے برکت نہیں دیتے۔ (مسند احمد: ۲۰۲۹۴، صححہ محققوہ)

۶: اپنا خرچ آمدنی کے مطابق رکھنا اور رسم ورواج کی پابندی بالکل چھوڑ دی جائے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اور نہ تو (ایسے کنجوس بنو) کہ اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھ کر رکھو اور نہ (ایسے فضول خرچ کہ) ہاتھ کو بالکل ہی کھلا چھوڑ دو۔ جس کے نتیجے میں تمھیں قابل ملامت اور قلاش ہو کر بیٹھنا پڑے۔ (اسراء: ۲۹، آسان ترجمہ قرآن: ص ۵۶۲) حضرت تھانوی (م ۱۳۶۲ھ) نے فرمایا: مسلمانوں کی موجودہ بدحالی اور تباہی کا ایک بنیادی سبب بے فکری اور بد انتظامی کے ساتھ خرچ کرنا ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۲/۸، ۳۷، بہ تلخیص)

۷: جو مالی لحاظ سے اپنے سے کم ہوں انھیں دیکھنا اور اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اپنے سے نیچے والے کو دیکھو، اپنے سے اوپر والے کو نہ دیکھو، اس سے اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمت کو حقیر نہ سمجھو گے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۶۳)

۶- افضل ترین پیشہ کون سا ہے؟

ذرائع آمدن کی بنیادی طور پر ۴ قسمیں ہیں: اجارہ، تجارت، زراعت، صناعت۔ (کتاب الکسب: ص ۱۴۰) اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں کہ زراعت افضل ہے یا صنعت یا تجارت؟ تطبیق یہ ہے کہ لوگوں کی ضرورت کے لحاظ سے حکم مختلف ہے۔ جہاں لوگوں کو زراعت کی

زیادہ ضرورت ہو وہاں یہ افضل ہے۔اسی طرح صنعت اور تجارت بھی حسب ضرورت افضل ہے۔(عمدۃ القاری:۱۲/۱۵۵ بہ تلخیص)

۷-اصلاحِ معاملات اور اشاعتِ اسلام:

آدمی اگر اپنی معاشی سرگرمیاں دینی تعلیم کا عملی نمونہ بنالے تو یہ کام دین کی تبلیغ کا مؤثر ذریعہ بھی ہے۔خواجہ حسن نظامی (م۱۹۵۵ء) لکھتے ہیں: ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کا سب سے پہلا اور قدیم سبب اعرابوں اور ہندوؤں کا تجارتی میل جول تھا۔عرب تاجروں اور سواحل ہند کے سوداگروں میں باہم تعلق نہایت قدیم سے قائم تھا۔بل کہ اس کا آغاز اسلام سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔البتہ اسلام کے بعد عرب قوم کی تنظیم نے ان تعلقات کو اور زیادہ مستحکم اور مضبوط کردیا۔اب عرب تاجر پہلے کی طرح صرف رومی مال واسباب اور عربی مصنوعات و پیداوار ہی ہندوستان نہیں لانے لگے بل کہ ساتھ ساتھ اپنی سب سے بڑی دولت اور اپنی سب سے قیمتی متاع جو اس پیغمبر عربی کے وسیلہ سے ان کو ملی تھی وہ بھی رفتہ رفتہ اپنے ساتھ لانے لگے اور یہاں سے اب وہ صرف مسالوں،خوشبوؤں،تلواروں اور کپڑوں کا سامان ہی نہیں لے جانے لگے بل کہ نومسلموں کی کچھ تعداد بھی اپنے ساتھ لے جانے لگے۔ملیبار،سندھ،گجرات،کچھ،کوکن،سواحل بنگال اور جزائر ہند کی قوموں نے ان کو فرشتہ رحمت سمجھ کر قبول کیا۔عربی سفرناموں اور جغرافیہ کی کتابوں میں ان مقامات کے نام اور حالات بکثرت مذکور ہیں۔ملیبار میں موپلا اور نوایت انھیں عرب تاجروں کی یادگار نسل ہیں اور یہی ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کے سب سے پہلے داعی اور مبلغ ہیں۔انھوں نے جس آہستگی،سکون اور خاموشی سے اس فرض کو انجام دیا عیسائی مشنری اور انگریزی مؤرخین ان کی اس قابلیت کے مداح اور ستائش گیر ہیں۔(ہندوستان میں اسلام کیوں کر پھیلا:ص۷،۸) نیز دیکھیے: عرب و ہند کے تعلقات:ص۲۱۰،ہندوستان میں اسلام،مولانا سید سلیمان ندوی۔اللہ تعالی ہمیں اپنے دین کی تعلیمات کی قدر کرنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

❊ ❊ ❊

موجودہ دور میں اصلاح نفس کی ضرورت

از: مولانا محمد راشد شفیع

موجودہ دور فتنوں، خواہشات اور غفلتوں کا دور ہے، جہاں انسان کی توجہ باہر کی دنیا کی اصلاح پر تو مرکوز ہے مگر اپنے باطن کی خبر کم ہی لی جاتی ہے۔ حالاں کہ اصل کامیابی کا دار و مدار اسی اندرونی اصلاح پر ہے جو فکر، نیت اور عمل کو درست رخ دیتی ہے۔ آج کا انسان علم، ترقی اور سہولتوں میں آگے ہے، مگر دل کا سکون، عمل کی پاکیزگی اور اخلاقی توازن تیزی سے کمزور پڑتا جا رہا ہے۔ نفس کی بے مہار خواہشات نے حلال و حرام کی سرحدوں کو دھندلا دیا ہے اور اخلاص کی جگہ نمود و نمائش نے لے لی ہے، ایسے ماحول میں اصلاحِ نفس کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ محسوس ہوتی ہے، جب تک انسان اپنے اندر جھانکنے، اپنی کمزوریوں کو پہچاننے اور انہیں درست کرنے کا عزم نہیں کرتا، اس کی ظاہری نیکیاں بھی بے اثر رہتی ہیں، اصلاحِ نفس انسان کو جواب دہی کا احساس دلاتی ہے اور اسے ہر قدم پر اللہ کی رضا کو مقدم رکھنے کا سلیقہ سکھاتی ہے، یہی وہ بنیاد ہے جس پر فرد کی درستگی اور پھر پورے معاشرے کی اصلاح کی عمارت کھڑی ہوتی ہے، اسی لیے اہلِ بصیرت نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا ہے کہ انسان سب سے پہلے اپنی ذات سے اصلاح کا سفر شروع کرے۔، جو شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرنا سیکھ لیتا ہے، وہی درحقیقت دوسروں کے لیے خیر کا ذریعہ بنتا ہے۔، اصلاحِ نفس انسان کو عاجزی، صبر اور برداشت جیسی صفات عطا کرتی ہے، جو اجتماعی زندگی میں نہایت ضروری ہیں، جب دل سنور جاتا ہے تو زبان، نظر اور عمل خود بخود سنورنے لگتے ہیں، موجودہ دور میں جہاں گناہ کے اسباب آسان اور نیکی کے مواقع مشکل بنا دیے گئے ہیں، وہاں نفس کو قابو میں رکھنا ایک مستقل جدوجہد کا تقاضا کرتا ہے۔، یہی مجاہدہ انسان کو اللہ کے قریب کرتا اور دنیا کی فریب کاریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اگر ہر فرد اپنی اصلاح کو اپنا شعار بنا لے تو شکایتوں اور الزام تراشیوں کا سلسلہ خود بخود ختم

ہوسکتا ہے۔ یوں اصلاحِ نفس نہ صرف انفرادی نجات کا ذریعہ بنتی ہے بلکہ اجتماعی فلاح کا دروازہ بھی کھولتی ہے۔

اصلاحِ نفس کی اہمیت کو قرآنِ کریم نے نہایت واضح اور مؤثر انداز میں بیان فرمایا ہے۔اس سلسلے میں چند آیات ملاحظہ ہوں۔

ترجمہ: یقیناً وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا اور ناکام ہوگیا وہ جس نے اسے آلودہ کردیا۔ (سورۃ الشّمس:910)

دوسری جگہ ارشاد باری ہے۔

ترجمہ: بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدل لے۔ (سورۃ الرعد:11)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گیا اور نفس کو خواہشات سے روکے رکھا، تو یقیناً جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔ (سورۃ النازعات:4041)

ان آیات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انسان کی کامیابی یا ناکامی کا اصل تعلق اس کے باطن اور نفس کی کیفیت سے ہے، قرآنِ کریم بتاتا ہے کہ محض ظاہری اعمال کافی نہیں؛ بلکہ دل کی پاکیزگی اور خواہشات پر قابو پانا اصل معیارِ فلاح ہے۔ نفس کی اصلاح کے بغیر حالات کی بہتری کی امید محض خوش فہمی ہے؛ کیونکہ اجتماعی تبدیلی کی ابتدا فرد کی اندرونی تبدیلی سے ہوتی ہے، یہ آیات انسان کو مسلسل محاسبۂ نفس کی دعوت دیتی ہیں اور غفلت سے بیدار کرتی ہیں۔ اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس انسان کو گناہوں سے روکتا اور نیکی کی طرف مائل کرتا ہے۔ جو شخص اپنے نفس کو خواہشات کا غلام بننے سے بچالیتا ہے، وہی حقیقی آزادی حاصل کرتا ہے۔ قرآن یہ بھی واضح کرتا ہے کہ اصلاحِ نفس ایک وقتی عمل نہیں بلکہ مستقل جدوجہد کا نام ہے۔ اسی جدوجہد کے نتیجے میں انسان کو دنیا میں سکون اور آخرت میں جنت کی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں محاسبہ نفس کی تعلیم ارشاد فرمائی ہے چنانچہ ایک روایت میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا مستقل محاسبہ کرتا رہے اور موت کے بعد والی زندگی کی خاطر عمل کرے“۔ (سنن ترمذی، المستدرک للحاکم)

دوسری روایت ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: انھوں نے کہا میں تمھیں اسی طرح بتاتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا، آپ ﷺ فرماتے تھے: اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تیزی عاجزی اور سستی اور نامردی اور بخیلی اور بڑھاپے سے اور قبر کے عذاب سے، یا اللہ! میرے نفس کو تقویٰ دے اور پاک کردے اس کو، تو اس کا بہتر پاک کرنے والا ہے، تو اس کا آقا اور مولیٰ ہے، یا اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تیری اس علم سے جو فائدہ نہ دے اور اس دل سے جو تیرے سامنے نہ جھکے اور اس جی سے جو آسودہ نہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو۔ (صحیح مسلم)

نفس کی اصلاح کے لیے تصوف، سلوک اور تزکیۂ قلب درحقیقت ایک ہی حقیقت کے مختلف عنوانات ہیں۔ دل جب آلودگیوں سے صاف ہوجاتا ہے تو فطری طور پر اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت اور کشش بڑھنے لگتی ہے؛ کیونکہ بندے کا قربِ الٰہی اس کے باطن کی درستگی اور دل کی صلاح پر موقوف ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ سے جب کسی نے تصوف کے بارے میں سوال کیا تو آپؒ نے نہایت جامع اور بامعنی جواب دیا۔ فرمایا کہ تصوف کی ابتدا حدیثِ نبوی اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا حدیثِ جبریل اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ پر جاکر مکمل ہوتی ہے۔ بظاہر یہ چند الفاظ ہیں؛ مگر حقیقت میں تصوف وسلوک کا پورا نقشہ ان ہی میں سمٹ آیا ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر انسان کے اعمال کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں؛ لیکن نیت میں اخلاص نہ ہو تو وہ اعمال بارگاہِ الٰہی میں وزن نہیں رکھتے۔ اسی لیے تصوف کی راہ پر چلنے والے کو سب سے پہلے اپنی نیت کی اصلاح کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے، یہی اس روحانی سفر کی بنیاد ہے۔ جب نیت درست ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں متوجہ ہونے لگتی ہیں اور معرفتِ الٰہی کا راستہ کھل جاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ بندہ اس کیفیت تک پہنچ جاتا ہے کہ عبادت میں اس کا دل اس طرح حاضر ہوجاتا ہے گویا وہ اپنے رب کو دیکھ رہا ہو۔ جسے یہ مقام نصیب ہوجائے، اس کی سعادت اور شرافت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں، درحقیقت تصوف کا اصل مقصد شریعتِ مطہرہ کی کامل پیروی ہے۔ شریعت کے دائرے سے باہر طریقت کا کوئی تصور نہیں۔ اکابر مشائخ نے اصلاحِ نفس کے لیے جواذکار، معمولات اور طریقے بتائے ہیں، وہ بذاتِ خود مقصود نہیں؛ بلکہ محض ذرائع اور وسائل ہیں۔ ان بزرگوں کی صحبت، نگرانی اور تربیت میں رہ کر انسان وہ کمالِ انسانیت حاصل کرتا ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور جو شریعت کی روح اور مطلوبِ اصلی ہے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر فرمایا:

آج ہمارا حال مختلف ہے، اللہ والوں کی مجلس سے ہم بھاگتے ہیں، ہم جس ماحول میں رہتے ہیں وہ گناہ وعصیان کا ماحول ہے، گردوپیش سے عام انسان تو عام انسان ہے، ولی بھی متاثر ہوجاتا ہے، سنیما اور گانوں کی آواز، دنیا کی فحاشی یہ سب کچھ انسان کو متاثر کرتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہ کا عاد وثمود کی بستی سے جب گزر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ چھپالیا اور صحابہ کو جلدی سے گزر جانے کے لیے فرمایا، دیکھئے ماحول کا اثر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں کس قدر اہمیت کا حامل ہے، اگر اثر کا خوف نہ ہوتا تو جلدی سے کیوں گزرتے؟ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ برے ماحول سے کٹ کر اللہ والوں کی مجلس میں بیٹھو، نورانیت پیدا ہوگی اور اچھے اثرات پڑیں گے۔ (باتیں ان کی یاد رہیں گی صفحہ: ۳۵، از مولانا محمد رضوان القاسمی)

خلاصہ تحریر یہ ہے کہ نفس کی اصلاح دراصل انسان کی پوری زندگی کی اصلاح ہے، کیونکہ نفس ہی خیر وشر کا اصل میدان ہے۔ جب تک نفس خواہشات کا غلام رہے، بندہ چاہ کر بھی راہِ حق پر استقامت اختیار نہیں کرسکتا۔ نفس کو شریعت کا تابع بنانا ہی تقویٰ کی حقیقی بنیاد ہے۔ جو شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو منور فرمادیتے ہیں۔ نفس کی اصلاح صبر، مجاہدہ اور دوامِ ذکر کے بغیر ممکن نہیں۔ اکابرِ امت نے اسی مجاہدۂ نفس کو ولایت اور قربِ الٰہی کی کنجی قرار دیا ہے۔ جس نے اپنے نفس کو قابو میں کرلیا، اس نے بڑے بڑے فتنوں سے نجات پالی۔ نفس کی اصلاح انسان کو عاجزی، اخلاص اور خشیتِ الٰہی کی دولت عطا کرتی ہے۔ یہی اصلاح فرد کو صالح اور معاشرے کو پاکیزہ بناتی ہے۔ پس کامیابی اسی کے لیے ہے جو اپنے نفس کو سنوار لے، کہ قرآن کی گواہی ہے: قد أفلح من زکاھا۔

* * *

جرائم اورنابالغ بچے

از: مفتی عبداللہ فردوس مردان

دورِحاضر اخلاقی اعتبار سے بڑی انحطاط کا شکار ہے، دین ومذہب سے دوری، خوفِ الٰہی اور خوفِ اخرت سے غفلت، معاشرہ میں جرائم کا بڑھتا ہوا رجحان بس بندہ صرف دیکھنے، سننے کے بے اختیار ہوتا ہے۔

بالغ افراد کے نقشِ قدم پر نابالغ بچے جارہے ہیں۔جنس (سیکس) کی تعلیم نے جو کسر تھی وہ پورا کردی، اب نابالغ بچوں کے جرائم نے ایک عالم گیر شکل اختیار کیا۔اس ناسور پر قابو پانا ممکن نہیں ہے؛ بلکہ ممکن ہے؛ لیکن بلند ہمتی سے کام ضرور لینا ہے۔

صحیح تعلیم وتربیت ہی دراصل انسان کو انسان بناتی ہے اور یہ انسانیت کی بنیادی ضرورت ہے جنسی تعلیم کی نہ اجازت ہے اور نہ ضرورت یہ فطری چیز ہے وقت کے ساتھ ساتھ خود بہ خود سمجھ میں آجاتی ہے۔

اسلامی تعلیمات میں بچوں کی تعلیم، آداب اور اخلاق پر جتنا زور دیا گیا ہے دوسرے مذاہب میں اس کی عشرِ عشیر بھی نہیں ہے۔بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اسلامی تعلیمات نے ماں کو اخلاق وکردار پر زور دیا۔پیدائش کے بعد بچے کو غسل دینا ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کا اہتمام کرنا، اچھا نام رکھنا، عقیقہ اور ختنے کا اہتمام یہ سب باتیں روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔بلوغ سے پہلے جو مراحل ہیں ان میں بطورِ خاص نگہداشت کا حکم موجود ہے۔

ماں باپ کے دلوں میں محبت اور ان کے دینی ودنیوی ضروریات کے انتظام انسانی فطرت کا تقاضہ ہے۔

طفولیت کا زمانہ تعلیم وتربیت کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

بچے خاندان کا ایک حصہ، گھر کی زینت، ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اپنے اساتذہ کرام کے لیے صدقہ جاریہ اور اپنے نظر میں ہیرو ہیں۔ کہتے ہیں کہ چھوٹے بڑوں سے سیکھتے ہیں اور بڑے چھوٹوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جرائم کی دنیا میں بچے بھی بڑوں کے شانہ بشانہ آگے بڑھ رہے ہیں۔

حدیث مبارکہ ہے:

"العلمُ في الصِّغر كالنقش في الحجر". (بيهقى)

بچپن میں علم حاصل کرنا جیسے پتھر پر نقش کرنا ہے۔

بچپن کے زمانہ میں بچوں کی دنیا محدود ہوتی ہیں ان کی نظر میں ماں باپ اور استاد بڑے ہیرو ہوتے ہیں۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

"علموا اولادكم و اهليكم الخير و ادبوهم".(مصف عبد الرزاق)

اپنی اولاد کو اور اپنے گھر والوں کو بھلائی کی تعلیم دو اور ان کو ادب سکھاؤ۔

اولاد پر والدین کے حقوق کو سب مذاہب نے تسلیم کیا ہے اور والدین کی خدمت کی بڑی تاکید کی۔ اسی طرح والدین کے لیے بھی کچھ باتیں ضروری ہیں۔

اسلام نے عمر کے ہر حصے سے متعلق احکام کی تعلیم عمر کی مناسبت سے دی اور حسبِ عمر شریعت نے بستر الگ کرنے کی ہدایت دی، تو تعلیم گاہیں (مخلوط تعلیم) بھی الگ کرنا ضروری ہے۔ ان امور سے بچوں کے جذبات پاک رہتے ہیں جن سے عفت، طہارت اور معاشرت کی پاکیزگی کا قائم ہونا لازمی ہے۔

زندگی کا ہر مرحلہ انتہائی اہم ہے اور خاص کر وہ مرحلہ جس سے زندگی کی تشکیل ہوتی ہے تاکہ اولاد کی مستقبل تابناک رہے اور زندگی کامیاب و کامران نظر آئیں۔ لہٰذا بچپن ہی سے اولاد کو خوش اخلاق اور عمدہ صفات کے زیور سے آراستہ کرنے کی کوشش بارآور ثابت ہوتی ہے۔

اگرچہ اس عمر میں حد جاری نہیں ہوتی تاہم ان کی مجرمانہ سرگرمیوں اور مذموم حرکتوں پر قدغن لگانے کے لیے تعزیری اور تادیبی کاروائی کی جائے گی۔ تعزیرات کا دائرہ کافی وسیع ہے۔

درمختار میں ہے کہ:

"(الصِّغر لا يمنع وجوب التعزير) فيجرى بين الصبيان". (الدرمع الرد، ط

الحلبی:4/78)

"ویقام التعزیر علیه تادیبا". (الأشباه والنظائر لإبن نجیم تحقیق الشیخ زکریا عمیرات: 265، دارلکتب العلمیة)

اور بچہ پر بطور تادیب کے تعزیز قائم کی جاتی ہے۔

"لا یحبس الصبی إلا بطریق التأدیب". (البحرالرائق 315/6)

"اتفق الأئمة المذاهب علی أنه لا یجب الحدعلی الصبی والمجنون". (الفقه الإسلامی وادلته: 774/5)

"الصبی والمجنون إذا وطی امرأة اجنبیة لاحد علیه". (بدائع الصنائع:487/5)

"فی الاشباه والنظائر: الصبی المحجور مؤاخذ بأفعاله متضمن".

شامی میں ہے کہ:

"وفی المحیط للقاضی حبس الصبی الفاجر ادباً لا عقوبة".

یہ چند فقہی عبارات ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بچے جرائم کا ارتکاب کریں وہ مستحق تعزیر ہے۔

اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ بچوں پر حد نہیں ہوگا؛ لیکن تعزیر امام اور قاضی کی صواب دید پر ہوگا اور تادیب میں استاذ اور والدین با اختیار رہے۔ اب یہ تعزیر مالی اور جسمانی ارتکاب جرم کی بنیاد پر ہوگا۔

اگر بچے نے کسی کا مال ضائع کیا یا چوری کی تو مال کا ضمان دینا ہوگا۔ قتل پر دیت علی العاقلہ اور عاقلہ نہ ہونے کی وجہ سے اولیا پر لازم ہوگا۔ زنا کے ارتکاب پر عقر لازم ہوگا۔ اور مجرمانہ ذہن رکھنے والوں کے لیے مختلف قسم کی سزا مقرر کی جاسکتی ہیں جیل میں بند ہونے کی، گھر میں قید کرنا، مار پیٹ وغیرہ۔

شامی میں ہیں:

"إن الصبی ینبغی أن یؤمر بجمیع المأمورات و ینهی عن جمیع المنهیات". (حاشیة ابن عابدین:5/7)

مناسب ہے کہ بچے کو تمام مامورات کا حکم دیا جائے اور تمام منہیات سے روکا جائے۔

اور آج کل جو جنسی تعلیم کی بات کہی جارہی ہے کہ دیگر مضامین کی طرح اس کو بھی ایک مضمون

کی حیثیت دے کر شاملِ نصاب کر دیا جائے درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کی تعلیم سے بچوں کی فطری حیا متاثر ہو جائے گی اور جرائم میں اپنا ہاتھ ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔

بچے یہ نہ سوچیں کہ ارتکاب جرم کے بعد ہم سزا سے آزاد ہیں۔

دنیا اور نہ آخرت میں ہماری سرگزشت ہوگی۔

دنیاوی سزا ان کے لیے تعزیراً ہوگی تا کہ دوسرا قدم غلط حرکتوں کی طرف نہ اٹھے۔

جنس (سیکس) کے سلسلہ میں اسلام اتنا حساس ہے کہ ایک ہی رشتۂ خون سے تعلق رکھنے والے بچوں کے مابین دس سال کی عمر میں بستر الگ الگ کروا دیتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

”عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، قال: قال نبی الله صلى الله عليه وسلم: مروا صبيانكم بالصلاة إذا بلغوا سبعاً، واضربوهم عليها إذا بلغوا عشراً، وفرقوا بينهم في المضاجع“. (مصنف ابن أبي شيبة:304/1)

سات سال کی عمر میں اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر پٹائی کرو اور ان کے بستر بھی علاحدہ کر دو۔

حدیث کی رو سے دس سال کی عمر کے بعد بچوں کو الگ بستر پر سلانے کا حکم ہے۔

بچوں کو تین اوقات میں خصوصی طور پر کمرے میں داخل ہونے کی اجازت لینے کا پابند کرتا ہے۔

خلاصہ

(1) ابتدا میں پڑھنے والے بچوں کی دنیا محدود ہوتی ہے ماں، باپ اور استاذ جسمانی اور روحانی ہیرو ہوتے ہیں۔ استاذ ایک رول ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے۔ بس استاذ کو اپنی صلاحیت بچے کی صحیح تربیت پر خرچ کرنا چاہیے۔

(2) بچوں کو جنس (سیکس) کی تعلیم دیگر مضامین کی طرح شاملِ نصاب کرنا درست نہیں ہے۔ جس سے مُضر اثرات کا رونما ہونا اور بچوں کی حیا متاثر ہونا لازمی ہے۔ جنسی آگاہی سیکھنے سکھانے پر موقوف نہیں؛ بلکہ دوسرے طبعی امور کی طرح انسان کی فطرت میں ودیعت کر دے گی اس منزل پر پہنچ کر خود ہی ادراک ہو جاتا ہے۔

(3) شریعت نے جرائم کے سدِ باب کے لیے تعزیری اور تادیبی سزاؤں کا پہلو اختیار کیا تا کہ مجرمانہ سرگرمیوں پر قدغن کے لیے تادیبی کاروائی کی جائے۔ کتب فقہ میں صراحت ہے کہ بچوں

کی مجرمانہ حرکتوں کو یکسر نظرانداز نہیں کیا جائے گا۔ بچے کی جنایت پر دیت دوسرے کے مال تلف کرنے پر لزوم ضمان اور کچھ قانونی اور تادیبی سزائیں چاہیے جسمانی سزا کے لیے جیل کی قید و بند مار پیٹ اور کھانے سے محروم کرنے کا نظام مقرر ہے۔

(4) بچوں میں جرائم کے اصل ذمہ دار خود بچے نہیں؛ بلکہ فریڈم سوسائٹی، فرینڈ شپ اور فری سیکس میں بچے والدین کی غفلت یا بے لگام آزاد چھوڑنا ہے۔ ماں باپ بچوں کو انٹرنیٹ، موبائل اور فیس بک اور دیگر اخلاق سوز چیزوں جس نے عزت پر داغ اور معاشرہ بدبودار اور حکومت کو پریشان کردی ان سے اپنے بچوں کو دور رکھیں۔

(5) ہمارے سنجیدہ حضرات مخلوط تعلیم کا ہی رونا رورہے تھے کہ ایک دھماکہ جنسی تعلیم کے عنوان سے عصری تعلیمی اداروں میں گرادیا۔ جنس کی تعلیم دراصل برائی کو محفوظ طریقہ پر رائج کرنا ہے۔ موجودہ زمانہ میں بچوں کو بگاڑنے والے اسباب میں کوئی کمی نہیں اور جو ہے وہ جنسی تعلیم نے پورا کردیا جن سے مستقبل کے معمار ہونے کی امید تھی وہ خود مخرب بن گئے۔

(6) ابتدائی سوچ وفکر: بچپن سے اچھی ذہنیت، تعمیر و تربیت کے لیے خشتِ اول کا کام دیتا ہے پہلی خشت اگر کج رہ جائے تو پوری دیوار کج ہی رہتی ہے:

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

بچوں کی تربیت و تعلیم و تلقین کے لیے مناسب ماحول مہیا کیا جائے۔

* * *

بلوغت سے قبل نکاح

از: مولانا ابوالخیر عارف محمود
مدرسہ فاروقیہ کشروٹ گلگت

مذاہب اربعہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا قرآن وسنت کے دلائل کی روشنی میں اس بات پر اتفاق واجماع ہے کہ باپ اپنی نابالغہ بیٹی کا نکاح کرواسکتا ہے، بشرطیکہ لڑکا ہم پلہ ہو اور اس نکاح میں لڑکی کے لیے مصلحت ہو۔

مذاہب اربعہ کے فقہاء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ لڑکی جب تک ازدواجی حقوق کی ادائیگی کی متحمل نہ ہو تب تک اس کو رخصت کرکے شوہر کے گھر نہیں بھیجا جائے گا۔

اہل تشیع فقہاء کی بھی یہی رائے ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ (الطلاق:4)۔

ترجمہ: اور تمہاری (مطلقہ) عورتیں جو حیض سے ناامید ہوچکی ہوں اگر تم کو (ان کی عدت کے بارے میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور جن کو ابھی حیض نہیں آنے لگا (ان کی عدت بھی یہی ہے)۔

وضاحت:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹی بچی کی طلاق کو درست قرار دیا ہے جس کو ابھی حیض نہیں آیا، ظاہر سی بات ہے کہ طلاق نکاح صحیحہ کے ثبوت کے بعد ہی دی جاسکتی ہے، اور اسی کے نتیجہ میں عدت گذاری جاتی ہے، چناں چہ اس آیت مبارکہ سے پتہ چلا کہ بلوغت سے قبل نکاح جائز ہے اور اس نکاح کے درست ہونے کا اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں کہ باپ اس کا نکاح کروائے۔

عن عائشةَ رَضِيَ اللهُ عنها: "أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم تزوَّجَها وهي بنتُ

سِتِّ سنينَ، وأُدخِلَت عليه وهي بِنتُ تِسعٍ، ومكَثَت عنده تِسعًا".

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کی عمر چھ سال کی تھی اور جب ان کے ساتھ خلوت کی تو ان کی عمر نو سال کی تھی اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نو سال تک رہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، حدیث نمبر: 5158)

بخاری شریف کی یہ روایت اس بات پہ صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ باپ اپنی چھوٹی بچی کا نکاح اور شادی اس کی اجازت کے بغیر کرواسکتا ہے۔ اس لیے کے باپ کو اپنی بچی کے ساتھ جیسی ہمدردی ہوسکتی ہے ویسی کسی اور ولی کو نہیں ہوسکتی، باپ کو اس کے مال میں تصرف کی بھی اجازت ہے، جب کہ بچی کے حوالہ سے باپ کو متہم نہیں کیا جاسکتا ہے۔

نیز برابری کا رشتہ ہمہ وقت دستیاب نہیں ہوتا، اس بنا پر باپ کو چھوٹی عمر سے ہی بچی کے نکاح کا اختیار دینا بچی کے حق میں ضرورت واقعیہ ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بلوغت تک انتظار کی صورت میں برابری کا رشتہ ہاتھ سے نکل جائے اور پھر اس جیسا رشتہ دوبارہ نہ ملے۔

تنبیہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرماتے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ برس تھی۔

نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رخصتی کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو برس تھی اور آپ بالغہ ہوچکی تھیں۔

دراصل بلوغ کا تعلق موسم اور آب وہوا کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ گرم خطوں میں بلوغ جلدی آجاتا ہے جب کہ سرد علاقوں میں اس میں دیر ہوجاتی ہے۔ پھر انسانی صحت کا بھی اس میں بہت عمل دخل ہے۔ کمزور اور نحیف عورت جلدی بالغ ہوجاتی ہے، جب کہ صحت مند عورتوں کو دیر سے بلوغ آتا ہے۔ بعض اہل علم نے اس مقام پر بہت تکلّفات سے کام لیا ہے، حالاں کہ عرب جیسے علاقوں میں نو برس کی عمر میں لڑکی کا بالغ ہونا بعید از عقل بات نہیں، جب برصغیر پاک وہند کے علاقے میں بھی نو برس میں کچھ بچیاں بالغ ہوجاتی ہیں، بلکہ عصر حاضر میں سات سال کی بچیوں کے حاملہ ہونے کو میڈیا میں رپورٹ کیا جاچکا ہے۔

باپ کے علاوہ دیگر قریبی اولیاء کو بوقت ضرورت چھوٹی بچی کا نکاح کروانے کی اجازت دی گئی ہے، یہ فقہاء حنفیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور بعض معاصر سعودی علماء کی بھی یہی رائے ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ. (النساء:3)

ترجمہ: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم بچیوں کے بارے میں انصاف نہیں کرسکو گے تو (انہیں اپنے نکاح میں نہ لاؤ بلکہ) جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو دو دو تین تین چار چار تک۔

وضاحت: اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باپ کے علاوہ جن اولیاء کا یتیم بچی سے نکاح جائز ہے وہ اگر یتیم بچی سے انصاف کا معاملہ کرنے پر قادر ہو تو وہ اس سے شادی نکاح وشادی کرسکتا ہے، یعنی وہ اس کا نکاح کرواسکتا ہے۔

احادیث مبارکہ: 1- عن أبي هُريرةَ رَضِيَ اللّٰهُ عنه، عن رَسولِ اللّٰه صلَّى اللّٰهُ عليه وسلَّم أنَّه قال: "تُستأمَرُ اليتيمةُ في نفسِها، فإنْ سكَتَت فهو إذنُها، وإن أبَت فلا جوازَ عليها". أخرجه أبو داود (2093)، والترمذي (1109) واللفظ له، والنسائي (3270)، وأحمد (7519)۔

ترجمہ: یتیم بچی سے اس کے نکاح کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر اس نے خاموشی اختیار کی تو وہ اس کی طرف سے اجازت ہے اور اگر اس نے انکار کیا تو اس پہ زبردستی کرنا جائز نہیں۔

2- عن أبي موسى رَضِيَ اللّٰهُ عنه، عن رَسولِ اللّٰه صلَّى اللّٰهُ عليه وسلَّم أنَّه قال: "تُستأمَرُ اليَتيمةُ في نَفسِها، فإنْ سَكَتَت فقد أَذِنَت، وإن أبَت لم تُكرَهْ". صحيح ابن حبان، رقم الحديث:4085.

ترجمہ: یتیم بچی سے اس کے نکاح کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر اس نے خاموشی اختیار کی تو گویا اس نے اجازت دے دی اور اگر اس نے انکار کیا تو اسے مجبور نہیں کیا جائے گا۔

وضاحت: ان دونوں روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یتیم بچی کا نکاح باپ کے علاوہ قریبی رشتہ داروں میں سے کوئی بھی اس کی اجازت سے کرواسکتا ہے۔

3- عن عبدِ اللّٰهِ بنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عنهما قال: "توفِّيَ عُثمانُ بنُ مَظعون وتَرَك ابنةً له مِن خُويلةَ بنتِ حَكيمِ بنِ أُميَّةَ بنِ حارثةَ بنِ الأوقصِ، قال: وأوصى إلى أخيه قُدامةَ بنِ مَظعونٍ، قال عبدُ اللّٰه: وهما خالاي، قال: فخَطَبتُ إلى قُدامةَ ابنِ مَظعونٍ ابنةَ عُثمانَ بنِ مظعونٍ فزوَّجَنيها، ودخل المغيرةُ بنُ شُعبةَ -يعني إلى أمِّها- فأرغبها في المالِ، فحَطَّت إليه، وحَطَّت الجاريةُ إلى هوى أمِّها، فأبَيَا حتى ارتفَعَ أمرُهما إلى رسولِ اللّٰه صلَّى اللّٰهُ

عليه وسلَّم، فقال قُدامةُ بنُ مَظعون: يا رسولَ اللّٰهِ، ابنةُ أخى أوصى بها إلىَّ، فزوجتُها ابنَ عَمَّتِها عبدَ اللّٰهِ بنَ عُمَرَ، فلم أقصِّرْ بها فى الصَّلاحِ، ولا فى الكَفاءةِ، ولكِنَّها امرأةٌ، وإنَّما حَطَّت إلى هوى أمِّها، قال: فقال رَسولُ اللّٰه صلَّى اللّٰهُ عليه وسلَّم: هى يتيمةٌ، ولا تُنكَحُ إلَّا بإذنِها. قال: فانتُزِعَت -واللّٰهِ- مِنِّى بعد أن ملَكْتُها، فزوَّجوها المغيرةَ". (مسند احمد، مسند المكثرين من الصحابة، رقم الحديث:6136).

ترجمہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کے ورثاء میں ایک بیٹی تھی جو خویلہ بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن الاوقص سے پیدا ہوئی تھی، انھوں نے اپنے بھائی سیدنا قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی مقرر کیا تھا یہ دونوں میرے ماموں تھے میں نے سیدنا قدامہ رضی اللہ عنہ کے پاس سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے اپنے لیے پیغام نکاح بھیجا جو انھوں نے قبول کرلیا اور میرے ساتھ اس کی شادی کردی اسی دوران سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس کی ماں کے پاس آئے اور اسے مال و دولت کا لالچ دیا اور پھسل گئی اور لڑکی بھی اپنی ماں کی رغبت کو دیکھتے ہوئے پھسل گئی اور دونوں نے اس رشتے سے انکار کردیا۔ بالآخر یہ معاملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا سیدنا قدامہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے یارسول اللہ! یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے اس نے مجھے خود اس کے متعلق وصیت کی تھی میں نے اس کا نکاح اس کے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن عمر سے کردیا میں نے جوڑ تلاش کرنے میں اور بہتری وصلاح کو جانچنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی؛ لیکن یہ بھی ایک عورت ہے اور اپنی ماں کی رغبت دوسری طرف دیکھتے ہوئے پھسل رہی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ یتیم بچی ہے، اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ واللہ اسے میری ملکیت میں آنے کے بعد مجھ سے چھین لیا گیا اور سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے اس کا نکاح کردیا گیا۔

آثار صحابہ کرام:

عن عُروةَ بنِ الزُّبيرِ قال: (سألتُ عائشةَ رَضِىَ اللّٰهُ عنها عن قَولِ اللّٰهِ تعالى: وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِى الْيَتَامَى (النساء:3) قالت: يا بنَ أُختى، هذه اليتيمةُ تكونُ فى حَجرِ وَليِّها، تَشرَكُه فى مالِه، ويُعجِبُه مالُها وجمالُها، فيريدُ أن يتزوَّجَها بغيرِ أن يُقسِطَ فى صَداقِها فيُعطيَها مِثلَ ما يُعطيها غيرُه، فنُهُوا عن نِكاحِهنَّ إلَّا أن يُقسِطوا لهنَّ، ويَبلُغوا لهنَّ أعلى سُنَّتِهنَّ فى الصَّداقِ). (صحيح البخارى، كتاب تفسير القرآن، رقم الحديث:4574)

ترجمہ:عروہ بن زبیر نے خبر دی انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیت وإن خفتم أن لا تقسطوا فی الیتامی کا مطلب پوچھا۔انھوں نے کہا میرے بھانجے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک یتیم لڑکی اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور اس کی جائیداد کی حصہ دار ہو (ترکے کی رو سے اس کا حصہ ہو) اب اس ولی کو اس کی مالداری خوبصورتی پسند آئے۔اس سے نکاح کرنا چاہے پر انصاف کے ساتھ پورا مہر جتنا مہر اس کو دوسرے لوگ دیں، نہ دینا چاہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لوگوں کو ایسی یتیم لڑکیوں کے ساتھ جب تک ان کا پورا مہر انصاف کے ساتھ نہ دیں، نکاح کرنے سے منع فرمایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ تم دوسری عورتوں سے جو تم کو بھلی لگیں نکاح کرلو۔(یتیم لڑکی کا نقصان نہ کرو) عروہ نے کہا عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں، اس آیت کے اترنے کے بعد لوگوں نے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں مسئلہ پوچھا، اس وقت اللہ نے یہ آیت ویستفتونك فی النساء اتاری۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا دوسری آیت میں یہ جو فرمایا وترغبون أن تنكحوهن یعنی وہ یتیم لڑکیاں جن کا مال و جمال کم ہو اور تم ان کے ساتھ نکاح کرنے سے نفرت کرو۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم ان یتیم لڑکیوں سے جن کا مال و جمال کم ہو نکاح کرنا نہیں چاہتے تو مال اور جمال والی یتیم لڑکیوں سے بھی جن سے تم کو نکاح کرنے کی رغبت ہے نکاح نہ کرو؛ مگر جب انصاف کے ساتھ ان کا مہر پورا ادا کرو۔

بلوغت سے قبل بچی کو شوہر کے حوالہ کرنا

مذاہب اربعہ کے فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چھوٹی بچی کو بلوغت سے قبل ازدواجی تعلق کے لیے اس کے شوہر کے حوالہ نہیں کیا جائے گا۔

وجہ یہ ہے کہ منکوحہ کو شوہر کے حوالہ کرنا تب ضروری ہوتا ہے جب وہ ازدواجی حقوق کی ادائیگی پہ قادر ہو اور بلوغت سے پہلے وہ صلاحیت مفقود ہوتی ہے، نیز بلوغت سے پہلے شوہر کے حوالہ کرنے میں اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ شہوت سے مجبور ہو کر اسے نقصان نہ پہنچا بیٹھے، اس وجہ سے بلوغت سے پہلے اسے رخصت کر کے شوہر کے حوالہ نہیں کیا جائے گا۔(دیکھیے موسوعہ فقہیہ کویتیہ)

* * *

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۴۴۷–۴۸ھ

۲۰۲۶–۲۷ء

دارالعلوم دیوبند

میں جدید طلبہ کے لیے ضروری

قواعد داخلہ

اور

قدیم طلبہ کی ترقی وتنزلی اور تکمیلات ودیگر

شعبوں میں داخلے کے ضابطے

مع

قواعد وضوابط تعلیمات ودارالاقامہ

جاری کردہ

دفتر تعلیمات دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذمہ دارانِ مدارسِ عربیہ سے درخواست

حامداً ومصلیاً! حضور ﷺ نے طلبۂ عزیز کے ساتھ خیر خواہی کی وصیت فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

إِنَّ رِجَالاً يَأْتُوْنَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ يَتَفَقَّهُوْنَ فِي الدِّيْنِ فَإِذَا أَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوْا بِهِمْ خَيْراً (رواہ الترمذی)

ترجمہ: بے شک بہت سے لوگ زمین کے گوشے گوشے سے علم دین میں تفقہ حاصل کرنے کے لیے تمہارے پاس آئیں گے، جب وہ آئیں تو تم ان کے بارے میں خیر خواہی کی وصیت قبول کرو۔

اس لئے طلبۂ عزیز کے ساتھ خیر خواہی تمام مدارسِ عربیہ کے ذمہ داروں کا فرضِ اولیں ہے، طلبۂ عزیز کے لیے بہتر تعلیم، عمدہ تربیت، اچھا انتظام اور حسبِ استطاعت راحت رسانی، خیر خواہی کے ضمن میں آتی ہیں اور الحمدللہ مدارس عربیہ کے ذمہ داران اس وصیت پر عمل پیرا ہیں، ان مدارس میں ام المدارس دارالعلوم دیوبند کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اسکی ترقی علم وفن کی ترقی، دین کی ترقی اور مسلمانانِ عالم کی ترقی ہے۔ ان ہی چیزوں کے پیشِ نظر ذمہ داران مدارس کی خدمت میں عرض کیا جارہا ہے کہ وہ طلبہ کی استعداد سازی اور تربیت پر سب سے زیادہ توجہ فرمائیں، غیر درسی مشاغل اور موانع تعلیم امور پر نظر رکھیں، اور دارالعلوم دیوبند میں عربی سوم سے اوپر جس جماعت میں داخلے کا ارادہ ہے، وہاں تک کی قابل اعتماد استعداد کا پیدا ہوجانا، دارالعلوم میں حاضری سے پہلے ضروری سمجھیں، اسی لیے چند سالوں سے ماہِ رجب المرجب ہی میں قواعد داخلہ کے اندر ضروری اصول وضوابط کا اعلان کردیا جاتا ہے۔

آپ حضرات سے مخلصانہ درخواست ہے کہ ان چیزوں پر عمل درآمد کے سلسلے میں خدامِ دارالعلوم دیوبند کا تعاون فرمائیں۔

☆ ☆ ☆

ضروری ہدایات

(۱) درخواست برائے شرکت امتحان داخلہ کے تمام کالم سوچ سمجھ کر صحیح صحیح پر کریں۔
(۲) داخلہ ہونے کے بعد جو فارم داخلہ دیا جائیگا اسکی خانہ پُری بھی بہت سوچ سمجھ کر سرکاری کاغذات کے مطابق کریں۔ اپنا نام اپنے والد کا نام اور پتہ بالکل صحیح اور مکمل لکھیں۔
(۳) اپنی تاریخ ولادت بالکل درست لکھیں۔ کارپوریشن، نگر پالیکا یا گرام پنچایت کی مصدقہ تحریر کے مطابق اپنی تاریخ ولادت کا اندراج کریں۔ بعد فراغت جو سند دی جائیگی اس میں یہی نام، ولدیت، پتہ، اور تاریخ ولادت درج ہوگی۔

عربی درجات وشعبۂ تجوید وقراءت وغیرہ میں جدید داخلے کے قواعد

(۱) دارالعلوم دیوبند میں مختلف شعبہ جات ہیں، جن میں تخصصات، تکمیلات، شعبۂ تحفظ سنت، شعبۂ تحفظ ختم نبوت، شعبۂ تحقیق وصحافت شیخ الہند اکیڈمی، شعبۂ مطالعۂ عیسائیت ودیگر مذاہب، شعبۂ انگریزی زبان وادب، شعبۂ کمپیوٹر اور شعبۂ دارالصنائع، قدیم طلبہ کے لیے ہیں، بقیہ جماعتوں میں قدیم طلبہ کے بعد جو تعداد بچے گی اس کو جدید طلبہ سے مقابلہ کے امتحان کے ذریعہ پورا کیا جائے گا، یعنی ہر جماعت کی مقررہ تعداد کو اعلیٰ نمبرات سے شروع کر کے پورا کیا جائیگا، اور واضح رہے کہ دارالعلوم دیوبند میں مجلس شوریٰ منعقدہ ۵ محرم ۱۴۳۰ھ کی تجویز کے مطابق داخلوں کے سلسلہ میں کسی طرح کی کوئی رعایت وسفارش قبول نہیں کی جاتی۔

نوٹ: درخواست برائے شرکت امتحان داخلہ کی فیس مبلغ 100/= روپیے ہوگی۔

اعلان عام

حسب تجویز مجلس تعلیمی ۴۸-۱۴۴۷ھ سے عربی اول، عربی دوم، عربی سوم میں جدید طلبہ کے داخلے نہیں ہوں گے، صرف اساتذۂ دارالعلوم دیوبند کے بچوں، ملازمین کے بچوں، اور مقامی بچوں (باشندگان دیوبند اباً وجداً) کے داخلے ہوں گے، (شرط پوری کرنے کی صورت میں)۔

جدید داخلوں کے لیے درخواست حاصل کرنے اور جمع کرنے کی تاریخ

(۲)اول عربی، دوم عربی، سوم عربی، چہارم عربی مطلوب، پنجم عربی مطلوب، نیز حفص عربی مطلوب، اورسبعہ وعشرہ مطلوب کے لیے درخواست داخلہ کی تقسیم ۴/شوال ۱۴۴۷ھ مطابق ۲۴/مارچ ۲۰۲۶ء سے ۷/شوال ۱۴۴۷ھ مطابق ۲۷/مارچ ۲۰۲۶ء کی دوپہر تک ہوگی۔ ۷/شوال ۱۴۴۷ھ مطابق ۲۷/مارچ کی شام تک درخواستوں کی واپسی ضروری ہوگی۔ ۸/شوال مطابق ۲۸/مارچ بروزشنبہ نہ ہی درخواستوں کی تقسیم ہوگی اور نہ واپسی ہوگی، اوران درجات کا امتحان داخلہ ۱۱/شوال ۱۴۴۷ھ مطابق ۳۱/مارچ ۲۰۲۶ء سہ شنبہ سے شروع ہوگا۔ (تاریخ وار نقشۂ امتحان آخر میں درج ہے)

(۳)ششم عربی مطلوب، ہفتم عربی مطلوب اوردورۂ حدیث شریف مطلوب کے لیے درخواست داخلہ کی تقسیم ۴/شوال ۱۴۴۷ھ مطابق ۲۴/مارچ ۲۰۲۶ء سے ۸/شوال ۱۴۴۷ھ مطابق ۲۸/مارچ ۲۰۲۶ء کی دوپہر تک ہوگی۔ ۸/شوال ۱۴۴۷ھ مطابق ۲۸/مارچ ۲۰۲۶ء کی شام تک درخواستوں کی واپسی ضروری ہوگی۔ ۹/شوال مطابق ۲۹/مارچ بروزیکشنبہ نہ ہی درخواستوں کی تقسیم ہوگی اور نہ واپسی ہوگی، اوران درجات کاامتحان داخلہ ۱۲/شوال ۱۴۴۷ھ مطابق یکم/اپریل ۲۰۲۶ء چہارشنبہ سے شروع ہوگا، اوردورۂ حدیث شریف مطلوب کاامتحان ۱۳/شوال ۱۴۴۷ھ مطابق ۲/اپریل ۲۰۲۶ء پنجشنبہ سے ہوگا۔

البتہ حفص اردواورکتابت کے لئے درخواستوں کی تقسیم ۴/شوال ۱۴۴۷ھ مطابق ۲۴/مارچ ۲۰۲۶ء سے ۱۲/شوال ۱۴۴۷ھ مطابق یکم/اپریل ۲۰۲۶ء بروزچہارشنبہ کی دوپہر تک جاری رہے گی اوراسی دن شام تک درخواستیں جمع ہوں گی۔

نوٹ: جدید امیدواروں کوسابقہ مدرسہ کے مہتمم اورصدرمدرس یادونوں میں سے کسی ایک کافون نمبر یاموبائل نمبر پیش کرنالازمی ہوگا، تاکہ بوقت ضرورت ان سے رابطہ کیاجاسکے۔

(۴) دوم اورسوم عربی میں داخلہ کیلئے کچھ کتابوں کاامتحان تقریری اور کچھ کاتحریری ہوگا۔جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۵) دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ دینیات فارسی (سال پنجم) سے فارغ ہوکرآنے والے طلبہ کا اوّل عربی میں داخلے کیلئے امتحان نہیں ہوگا۔البتہ فارسی پنجم کے سالانہ امتحان میں فارسی سے متعلق کسی کتاب میں اورفارسی کے علاوہ دیگرمضامین کی دو سے زائد کتابوں میں ناکام نہ ہونالازم ہوگا، اورکم ازکم ۶۵ اوسط حاصل کرنا بھی لازم ہوگا۔

جدید داخلوں سے متعلق تفصیلات

سال اول عربی میں داخلے کے لیے گلستاں علاوہ باب پنجم کا تحریری امتحان ہوگا، اور اس میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی سال اول مطلوب کے لیے حساب (جمع، گھٹاؤ، ضرب، تقسیم) کا تحریری امتحان ہوگا۔

سال دوم عربی میں داخلے کے لیے شرح مأتہ عامل کا تحریری امتحان ہوگا، اور اس میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی مندرجۂ ذیل کتابوں کا تقریری امتحان ہوگا، میزان منشعب، پنج گنج، نحومیر، مفتاح العربیہ ہر دو حصے، القراءۃ الواضحہ حصۂ اول۔

سال سوم عربی میں داخلے کے لیے ہدایۃ النحو کا تحریری امتحان ہوگا، اور اس میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی درج ذیل کتابوں کا تحریری امتحان ہوگا، نفحۃ الادب مع نور الایضاح۔

اور علم الصیغہ، فصول اکبری (خاصیات ابواب)، قدوری تا کتاب الحج، مرقات، القراءۃ الواضحہ حصۂ دوم کا تقریری امتحان ہوگا۔

سال چہارم عربی میں داخلے کے لیے قدوری از کتاب البیوع تا ختم مع ترجمۃ قرآن از سورۂ ق تا آخر قرآن میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی درج ذیل کتابوں کا تحریری امتحان ہوگا، کافیہ، شرح تہذیب مع نفحۃ العرب۔

سال پنجم عربی میں داخلے کے لیے ترجمۃ القرآن از سورۂ یوسف تا سورۂ ق مع دروس البلاغۃ میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی درج ذیل کتابوں کا تحریری امتحان ہوگا، شرح وقایہ جلد اوّل وجلد دوم (تا کتاب العتاق)، اصول الشاشی مع قطبی۔

سال ششم عربی میں داخلے کے لیے ہدایہ اوّل میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی درج ذیل کتابوں کا تحریری امتحان ہوگا، مختصر المعانی مع نور الانوار، سلم العلوم مع مقامات حریری۔

سال ہفتم عربی میں داخلے کے لیے ھدایہ ثانی مع حسامی میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی درج ذیل کتابوں کا تحریری امتحان ہوگا، جلالین شریف، میبذی مع قصائد منتخبہ از دیوان متنبی۔

نوٹ: درجہ ہفتم میں جدید داخلہ کی تکمیل کیلئے قرآنِ کریم صحیح مخارج سے پڑھنا لازم ہوگا۔ اور

امتحان میں کامیاب ہوکر جو طلبہ منتخب ہونگے ان طلبہ کا قرآن کریم ناظرہ مع صحت مخارج کا امتحان لیا جائے گا۔ قرآنِ کریم صحیح مخارج سے سنانے کے بعد ہی فارم داخلہ دیا جائے گا۔

دورۂ حدیث شریف میں داخلے کے لیے شرح عقائد مع شرح نخبة الفكر میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی درج ذیل کتابوں کا تحریری امتحان ہوگا، ھدایہ آخرین مع سراجی، مشکوٰۃ شریف۔

واضح رہے کہ دورۂ حدیث کے داخلہ کی تکمیل کے لئے پارۂ عم صحیح مخارج کے ساتھ حفظ ہونا ضروری ہوگا۔ اس کا امتحان بروقت لیا جائیگا۔ پارۂ عم حفظ صحیح مخارج سے سنانے کے بعد ہی فارم داخلہ دیا جائیگا۔ (پارۂ عم کا یہ امتحان حصولِ سند کے لیے تجوید کے قائم مقام نہیں ہوگا۔)

حفص اردو کے لیے **۲۰؍شوال المکرم ۱۴۴۷ھ مطابق ۹؍اپریل ۲۰۲۶ء بروز پنجشنبہ** حساب (**جمع، گھٹاؤ، ضرب، تقسیم**) **کا تحریری امتحان صبح آٹھ بجے دارالامتحان (جدید لائبریری) میں ہوگا۔** اور اس میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر حفظ قرآن مع اردو کی پہلی و دوسری کتاب از مولوی محمد اسماعیل کا تقریری امتحان ۲۳؍شوال ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۲؍اپریل ۲۰۲۶ء بروز یکشنبہ صبح آٹھ بجے جدید لائبریری میں ہوگا، (واضح رہے کہ حفص اردو میں انھیں طلبہ کا داخلہ ہوگا، جن کی عمر ۱۵ سال سے ۲۰ سال کے درمیان ہو، فقط)

حفص اردو کا نصاب دو سالہ ہے، جدید داخلے صرف سال اول میں ہوں گے۔

حفص اردو قدیم وجدید میں اجرائے امداد کے لیے ۷۰؍اوسط، اور بقائے امداد کے لیے ۶۰؍اوسط لانا لازمی ہوگا۔

حفص عربی میں ان طلبہ کو داخل کیا جائیگا، جنھیں قرآن کریم حفظ یاد ہو اور وہ عربی میں سالِ سوم تک کی تعلیم حاصل کرچکے ہوں۔ (اور اس کا نصاب یک سالہ ہے)

حسب تجویز مجلس تعلیمی حفص عربی میں اجرائے امداد کے لیے ۷۰ اوسط لانا اور بقائے امداد کے لیے ۶۰ اوسط لانا شرط ہوگا۔

ان طلبہ کی تمام تعلیمی اوقاتِ مدرسہ میں درسگاہ میں حاضری ضروری ہوگی۔

نوٹ: حفص عربی میں داخلہ کے لیے عربی سوم کی کتاب ترجمہ قرآن سورۂ ق تا آخر مع قدوری کا تحریری امتحان ہوگا، یہ امتحان ۱۱؍شوال مطابق ۳۱؍مارچ ۲۰۲۶ء میں چہارم عربی مطلوب کے طلبہ کے ساتھ ساتھ ہوگا۔ اس میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی درج ذیل کتابوں کا تقریری امتحان ہوگا، کافیہ، قرآن کریم حفظ۔

قراءت سبعہ میں داخلے کے لیے حافظ قرآن ہونا ضروری ہے اور یہ کہ وہ عربی کی سال چہارم تک کی جید استعداد رکھتے ہوں۔

قراءت سبعہ میں داخل طلبہ کے لیے حفص عربی سے فارغ ہونا بھی ضروری ہے، اوراس کے لیے کوئی سند یا تصدیق پیش کرنا ضروری ہوگا۔

قراءت سبعہ میں ۳۰ طلبہ کا داخلہ ہوسکے گا، اوراس کا نصاب تعلیم یک سالہ ہے۔

نوٹ: قراءت سبعہ میں داخلہ کے لیے چہارم عربی کی کتاب ترجمۂ قرآن کریم (سورۂ یوسف تا سورۂ ق) کا تحریری امتحان ہوگا،، یہ امتحان ۱۱رشوال ۱۴۴۷ھ مطابق ۳۱رمارچ ۲۰۲۶ء سہ شنبہ میں پنجم عربی مطلوب کے طلبہ کے ساتھ ساتھ ہوگا۔اس میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی درج ذیل کتابوں کا تقریری امتحان ہوگا، کافیہ، تحفۃ الاطفال، خلاصۃ البیان، مقدمۃ الجزری، قرآن کریم حفظ۔

قراءت عشرہ میں داخلے کے لیے حافظ قرآن ہونا ضروری ہے اور یہ کہ وہ عربی کی سال چہارم تک کی جید استعداد رکھتے ہوں۔

قراءت عشرہ میں داخل طلبہ کے لیے حفص عربی سے فارغ ہونا بھی ضروری ہے، اوراس کے لیے کوئی سند یا تصدیق پیش کرنا ضروری ہوگا۔

درجہ قراءات عشرہ میں داخلے کے لئے قرأت سبعہ کا پڑھا ہوا ہونا بھی ضروری ہوگا، ان کی تعداد دس سے زائد نہ ہوگی اوران دس کی مع وظیفہ خصوصی امداد جاری ہوسکے گی۔

نوٹ: درجہ قراءاتِ عشرہ کا نصاب حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۶رشعبان المعظم ۱۴۴۴ھ سر دست ایک سال کا ہی باقی رکھا گیا ہے۔

حسب تجویز مجلس تعلیمی مذکورہ بالا قرأۃ سبعہ،عشرہ میں اجرائے امداد کے لیے ۷۰ اوسط لانا اور بقائے امداد کے لیے ۶۰ اوسط لانا شرط ہوگا۔

نوٹ: قراءت عشرہ میں داخلہ کے لیے چہارم عربی کی کتاب ترجمۂ قرآن کریم (سورۂ یوسف تا سورۂ ق) کا تحریری امتحان ہوگا، یہ امتحان ۱۱رشوال ۱۴۴۷ھ مطابق ۳۱رمارچ ۲۰۲۶ء سہ شنبہ میں پنجم عربی مطلوب کے طلبہ کے ساتھ ساتھ ہوگا۔اس میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی درج ذیل کتابوں کا تقریری امتحان ہوگا : کافیہ، رائیہ، التیسیر، شاطبیہ، اجرائے سبعہ، قرآن کریم حفظ۔

(نوٹ) اول عربی تا برائے دورۂ حدیث شریف اور حفص عربی، قراءت سبعہ، قراءت عشرہ کا پہلا پرچہ موقوف علیہ ہوگا، اس میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی بقیہ کتابوں کا امتحان ہوگا۔

(نوٹ) اپنی سابقہ تعلیم کی کوئی بھی سند اگر کسی کے پاس ہوتو داخلہ فارم کے ساتھ منسلک کردیں۔

(نوٹ) حفص عربی، سبعہ وعشرہ میں داخلے کے قدیم امیدوار فضلاء کا قرآن کریم حفظ کا امتحان ہوگا، امتحان کی تاریخ کا اعلان وقت پر ہوگا۔

شعبۂ خوش نویسی (۱) اس درجہ میں داخل طلبہ کی تعداد ۳۰ تک ہوگی اور ان کی صرف امداد طعام جاری ہوسکے گی نہ کہ وظیفہ۔

(۲) داخلہ کے امیدواروں میں فضلائے دارالعلوم دیوبند کو ترجیح دی جائے گی۔

(۳) شعبہ میں داخلہ کے امیدواروں کو امتحان دینا ضروری ہوگا اور صرف اس فن کی ضروری صلاحیت رکھنے والوں کو داخل کیا جائے گا۔(اور اس شعبہ کا نصاب یک سالہ ہے)۔

(۴) قدیم طلبہ اگر فن کی تکمیل نہیں کرسکے ہیں تو ناظم شعبہ کی تصدیق اور سفارش پر ان کا مزید ایک سال کے لیے غیر امدادی داخلہ کیا جائیگا، بشرطیکہ کوئی شکایت نہ ہو۔

(۵) جو طلبہ مکمل امدادی یا غیر امدادی داخلہ لیں گے ان کو اوقات مدرسہ میں پورے چھ گھنٹے درس گاہ میں بیٹھ کر مشق کرنا ضروری ہوگا۔

(۶) جو طلبہ عربی تعلیم کے ساتھ کتابت کی مشق کرچکے ہوں اور ناظم شعبہ ان کی صلاحیت کی تصدیق کریں تو دورۂ حدیث کے بعد داخلہ اور امداد میں انکو ترجیح دی جائیگی۔

(۷) تمام طلبہ کے لیے طالب علمانہ وضع قطع اختیار کرنا ضروری ہوگا، ریش تراشیدہ کا داخلہ ہرگز باقی نہیں رہے گا۔

(۸) پہلے نصف سال میں مقررہ تمرینات کی تکمیل نہ کی گئی تو داخلہ ختم کردیا جائیگا۔

(۹) اس شعبہ میں دوسرے مدارس سے پڑھ کر آنے والے طلبہ کا داخلہ بھی ممکن ہوگا۔ اس کے لیے ان کو انٹرویو دینا ہوگا اور جس مدرسہ سے پڑھ کر آئے ہیں وہاں کے کسی ذمہ دار کا تحریر کردہ اخلاقی سرٹیفکیٹ پیش کرنا ضروری ہوگا۔

نوٹ : کتابت میں داخلہ کے لیے امتحان کی تاریخ کا اعلان وقت پر ہوگا، اور اس شعبہ کا نصاب یک سالہ ہے، اس شعبہ میں داخلہ کے لیے طالب علم سے کچھ ضروری چیزیں لکھوائی جاتی ہیں۔

نوٹ : جو طالب علم اپنے ساتھ، کم سن غیر داخل بچوں کو رکھے گا اس کا داخلہ ختم کردیا جائے گا۔

نیز جن امیدواروں کی وضع قطع طالب علمانہ نہیں ہوگی، (مثلاً: غیر شرعی بال رکھنا، ریش تراشیدہ ہونا، یا دارالعلوم کی روایات کے خلاف کوئی بھی وضع ہونا) ان کو شریکِ امتحان نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس سلسلے میں کوئی رعایت کی جائیگی۔

تمام جدید منتخب طلبہ کے لیے برتھ سرٹیفکیٹ کے ساتھ ساتھ مندرجۂ ذیل دستاویزات میں سے کم ازکم دودستاویز کی ڈبل فوٹوکاپی دفترتعلیمات میں پیش کرناضروری ہےاس کے بغیرفارم داخلہ نہیں دیاجائے گا۔

راشن کارڈ،شناختی کارڈ برائے ووٹ،نواس پرمان پتر،آدھارکارڈ،پاسپورٹ کی مصدقہ فوٹوکاپی ،ان میں آدھارکارڈ لازم ہوگا۔

اصل کاپی دیکھنے کے لئے طلب کی جاسکتی ہے اس لئے اصل کاپی بھی ہمراہ لائیں اس میں مہلت نہیں دی جائے گی۔

ہرطالب علم کے لئے لازم ہوگا کہ وہ اپنے سرپرست کاضمانت نامہ ہمراہ لےکرآئے اورفارم داخلہ کے ساتھ منسلک کرے۔

تاریخ ولادت بہت سوچ سمجھ کرلکھیں۔ملحوظ رکھیں کہ ۱۸ سال سے کم عمرپرفراغت تسلیم نہیں کی جاتی نیزاپنانام اوراپنے والدصاحب کانام بالکل صحیح صحیح اور پوراپتہ فارم داخلہ پرازخود بہت توجہ کے ساتھ لکھیں ۔فارم داخلہ کے ساتھ سرکاری آئی ڈی جمع کرنالازمی ہےجس کے مطابق فارم پُرکیا گیاہو۔اس میں اگر آپ نے ذرابھی لاپرواہی کی توبعدمیں آپ کوالجھنوں اور پریشانیوں کاسامنا کرناپڑے گا،اوراس کا پھر کوئی حل ممکن نہ ہوگا۔

غیرملکی امیدواروں کے لئے ہدایت

(۱) غیرملکی امیدواروں کے لئے جمادی الاخریٰ،رجب المرجب اورشعبان صرف تین مہینوں میں **N.O.C** جاری کی جائے گی۔

غیرملکی امیدواروں کاداخلہ صرف ششم عربی،ہفتم عربی اوردورۂ حدیث شریف میں ہوگا۔

(۲) غیرملکی امیدوارتعلیمی ویزالےکرآئیں،کسی دوسرے ویزے پرداخلہ نہیں ہوسکے گا،اگرکوئی غیرملکی طالب علم تعلیمی ویزے کےعلاوہ کسی دوسرے ویزے پرداخل ہوگیاتوجب بھی ارباب انتظام کو اس بات کاعلم ہوگافوراًداخلہ ختم کردیاجائے گا،فارم برائے شرکتِ امتحان کے ساتھ پاسپورٹ اورتعلیمی ویزاکی فوٹواسٹیٹ کاپی پیش کریں،کامیاب ہونے پر اصل ویزے اورپاسپورٹ دکھلاناضروری ہوگا۔(واضح رہے کہ دارالعلوم دیوبندمیں تعلیم وتدریس اردوزبان میں دی جاتی ہے اس لیے غیرملکی طلبہ بقدرضرورت اردوسیکھ کرآئیں)۔

(۳) جوہندوستانی طلبہ غیرملک میں قیام پذیرہیں مثلاًامریکہ،لندن،سعودی عرب،قطروغیرہ میں

ان میں سے جن کے پاس ہندوستانی پاسپورٹ یا O.C.I کارڈ موجود ہے تو چوں کہ ان کو ہر وقت سفر کی سہولت حاصل ہے، لہٰذا ان کو بھی دارالعلوم دیوبند میں جدید داخلہ لینے کے لیے دیگر طلبہ کی طرح آغاز سال میں حاضر ہوکر داخلہ کی کارروائی میں حصہ لینا ہوگا؛ البتہ ان کو یہ سہولت حاصل ہوگی کہ امتحان داخلہ میں کامیابی کی صورت میں ان کا مطلوبہ درجہ میں بلا تقابل داخلہ منظور کرلیا جائے گا۔

(۴) غیر ملکی امیدواروں کا داخلۂ امتحان بھی تحریری ہوگا۔ اور تاریخ امتحان کا اعلان وقت پر کیا جائے گا۔

(۵) غیر ملکی امیدواروں کا داخلہ ۵/ذی الحجہ تک ہی ہوسکے گا۔

(۶) بنگلہ دیشی جدید داخلے کے امیدوار طلبہ تعلیمی ویزے کے علاوہ جناب مولانا قاری عبدالخالق صاحب جامعہ حسینیہ اسلامیہ عرض آباد، میرپور، ڈھاکہ یا حضرت مولانا بہاء الدین زکریا صاحب قاسمی جامعہ حسینیہ اسلامیہ عرض آباد میرپور، ڈھاکہ سے تصدیق بھی لے کر آئیں۔

(۷) افغانستان کے جدید داخلے کے امیدوار طلبہ تعلیمی ویزے کے علاوہ مولانا مفتی عبدالمنان قاسمی کابل، مولانا عبدالحکیم قاسمی ننگرہار، مولانا مظہرالدین قاسمی بدخشان، مولانا مفتی عبدالہادی سعادت قاسمی بلخ، مولانا مفتی محب اللہ قاسمی ہرات، اور مولانا حکمت اللہ قاسمی قندھار میں سے کسی ایک کی تصدیق لے کر آئیں۔ یہ تصدیق درخواست برائے N.O.C کے ساتھ فوٹو اسٹیٹ کی شکل میں پیش کرنی ہوگی، داخلہ فارم کے اجراء پر اصل تصدیق پیش کرنا ضروری ہوگا۔

(۸) کیرالہ کے جدید داخلے کے امید وار طلبہ جناب مولانا عبدالشکور صاحب قاسمی (Darul Uloom,Njakanal,OchiraKerala-690526) سے تصدیق لے کر آئیں۔ یہ تصدیق درخواست برائے شرکت امتحان کے ساتھ فوٹو اسٹیٹ کی شکل میں پیش کرنی ہوگی، داخلہ فارم کے اجراء پر اصل تصدیق پیش کرنا ضروری ہوگا۔

تنبیہ: طلبہ کو خاص طور پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ امتحان کی کاپیاں کوڈ نمبر ڈال کر ممتحن کو دی جاتی ہیں، کاپی پر طالب علم کا نام، پتہ کچھ بھی نہیں ہوتا، اس لیے امیدوار صرف ان ہی درجات کا امتحان داخلہ دیں جن کی وہ تیاری کر چکے ہیں۔

بوقتِ داخلہ جدیدفارم میں جو نام ولدیت اور پتہ لکھاجائے گا اس میں آئندہ کبھی بھی کسی طرح کی ترمیم نہیں ہوگی۔ اِس لئے نام، ولدیت اور پتہ سوچ سمجھ کر بالکل صحیح لکھیں۔ فارم داخلہ میں درج کیا ہوا پتہ غلط ثابت ہونے کی صورت میں نام خارج کردیا جائیگا۔

قدیم طلبہ کے لیے

(۱) اول تا چہارم عربی کے طلبہ کے لئے ۱۹؍شوال تک حاضر ہونا ضروری ہے۔ باقی عربی درجات کے طلبہ کے لیے ۲۰؍شوال تک حاضر ہونا ضروری ہے۔

(۲) جو طلبہ سالانہ امتحان میں تمام کتابوں میں کامیاب ہوں گے ان کو ہی ترقی دی جائے گی، **جو طلبہ سالانہ امتحان میں دو کتابوں میں ناکام ہونگے ان کا ضمنی امتحان، شوال کے اخیر میں لیا جائیگا**، اور دونوں کتابوں میں بصورت کامیابی ترقی دی جائے گی ورنہ بلاامداد سال کا اعادہ کردیا جائے گا، اعادۂ سال کی رعایت صرف ایک سال کے لیے ہوگی، اگر دوسرے سال بھی دو کتابوں میں ناکام ہوگئے تو آئندہ داخلہ نہیں ہوسکے گا۔

نوٹ: جو طالب علم ایک یا دو کتابوں کے امتحان سالانہ میں غیر حاضر رہے گا، اس کے نمبر ان کتابوں میں صفر شمار ہوں گے، ان کو ان کتب کے ضمنی امتحان دینے کی سہولت حاصل نہیں ہوگی۔

(۳) سال اول عربی میں مشق ربع آخر پارۂ عم تدویراً اور تجوید مع تصحیح پارۂ عم کے اور سال دوم میں جمال القرآن کے نمبرات بسلسلۂ ترقیٔ درجہ، اوسط میں شمار ہوں گے، بقیہ سالوں میں خارج میں پڑھی جانے والی تجوید وکتابت کے نمبرات بسلسلۂ ترقی درجہ، اوسط میں شمار نہ ہوں گے؛ البتہ فوائد مکیہ کے نمبرات ترقی واجرائے امداد کے سلسلے میں شمار کیے جائیں گے۔

(۴) حسب تجویز مجلس تعلیمی اجرائے امداد کے لئے ۷۰ اوسط لانا شرط ہے اور بقائے امداد کے لیے ۶۰ اوسط لانا ضروری ہوگا۔

سال اول اور سال دوم عربی کیلئے ماہانہ امتحان میں اجرائے طعام کیلئے ۸۰ اوسط اور بقائے امداد کیلئے ۷۰ اوسط لانا ضروری ہوگا۔

(۵) ایک تکمیل کی درخواست دینے والے طلبہ دوسری تکمیل کے امیدوار نہ ہوسکیں گے الّا یہ کہ ان کے مطلوبہ درجۂ تکمیل میں تعداد پوری ہونے کے سبب ان کا داخلہ نہ ہوسکا ہو۔

(۶) دارالافتاء کے فضلا کا تخصص فی الحدیث کے علاوہ کسی شعبہ میں داخلہ نہیں ہوگا۔

(۷) تخصص فی الحدیث سے فراغت کے بعد کسی دوسرے شعبہ میں داخلہ نہ ہوگا۔ البتہ تکمیل افتاء اس سے مستثنیٰ ہے۔ تخصص فی الحدیث کے بعد تکمیل افتاء میں داخلہ ہوسکتا ہے اور تکمیل افتاء کے بعد تخصص فی الحدیث میں بھی داخلہ لیا جاسکتا ہے۔ ان دونوں تکمیلات سے فارغ ہونے والے طلبہ کا کسی دوسری تکمیل میں داخلہ نہیں ہوسکے گا، البتہ تدریب فی التدریس میں داخلہ انٹرویو میں کامیاب ہونے پر

ہوسکتا ہے۔

(۸) جس طالب علم کی کوئی بھی شکایت دارالاقامہ، تعلیمات، یا اہتمام میں کسی بھی وقت درج ہوئی، یا سابقہ درجہ میں اس کی غیر حاضریاں بکثرت ہوں، اس کو دورۂ حدیث کے بعد کسی بھی شعبہ میں داخل نہیں کیا جائے گا۔

(۹) کسی بھی شعبہ میں داخلہ لینے والے قدیم فضلا کو اس شعبہ سے فراغت کے بعد ہی سندِ فضیلت دی جائے گی۔ تکمیل میں داخلہ لینے والے طالب علم پر لازمی ہوگا کہ وہ اس کی تکمیل کرے۔ اگر درمیان سال میں تعلیم ترک کردی تو سابقہ درجہ کی سند فضیلت سال کے اخیر تک نہیں مل سکے گی۔

نوٹ:– منقطع الدراسہ کا داخلہ کسی بھی تکمیل میں نہیں ہو سکے گا، البتہ چند شعبہ جات جیسے حفص اردو، حفص عربی، شعبۂ کتابت میں امتحانِ داخلہ دے کر حسب ضابطہ داخلہ لیا جا سکتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا بنیادی کام اگرچہ عربی دینیات کی تعلیم ہے؛ لیکن حضرات اکابر نے مختلف دینی اور دنیوی فوائد اور مصالح کے پیش نظر متعدد تکمیل، تخصص اور شعبے قائم فرمائے ہیں، ان میں داخلہ کیلئے درج ذیل قواعد پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

تکمیلات وتخصصات

تدریب فی التدریس

تدریب فی التدریس کیلئے دارالعلوم کے دورۂ حدیث اور تکمیلات وتخصصات کے اعلیٰ وامتیازی نمبرات سے فارغین متصل الدراسہ طلبہ ہی امیدوار بن سکتے ہیں درخواستیں بعد رمضان ۱۱ ر شوال تک قبول کی جائیں گی ان لائق وفائق امیدواروں میں سے بذریعہ انٹرویو حسب ضرورت امیدواروں کا انتخاب ہوگا یہ انتخاب دوسال کے لیے مرحلہ وار ہوگا، سال اول میں کارکردگی عمدہ ہونے اور کسی طرح کی شکایت موصول نہ ہونے پر ہی دوسرے سال کے لیے منتخب کیا جائے گا، منتخب طلبہ کا وظیفہ بھی ہوگا۔ (معین المدرسین کے لیے اول عربی سے چہارم عربی تک کے طلبہ کی تعلیمی نگرانی کے لیے بعد مغرب وعشاء مسجد رشید دارالعلوم دیوبند میں حاضر رہنا ضروری ہوگا)۔

یہ فضلاء خالص تدریس کیلئے تیار کئے جاتے ہیں اس لئے آئندہ کسی دوسرے درجہ میں داخلہ لینے کے مجاز نہیں ہونگے۔

تکمیل افتاء

(۱) تکمیل افتاء میں داخلہ کے امیدواروں کے لیے وضع قطع کی درستگی کی اہمیت سب سے زیادہ

ہوگی، اس سلسلہ میں کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔

(۲) حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸؍جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ دورۂ حدیث سے تکمیل افتاء کے لیے صرف وہ طلبہ امیدوار ہوں گے جن کا اوسط کامیابی ۸۴؍رہوگا۔

(۳) کسی تکمیل سے تکمیل افتاء کا امیدوار بننے کیلئے حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸؍جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ ۸۶ اوسط لانا ضروری ہوگا۔

(۴) مجلس شوریٰ منعقدہ ۱۴۴۴ھ نے تکمیل افتاء کے داخلہ میں صوبائی کوٹہ ختم کردیا ہے، ۴۰ طلبہ صرف تقابل کی بنیاد پر لیے جائیں گے۔

(۵) مجلس شوریٰ منعقدہ ۱۴۴۵ھ کی تجویز ہے کہ جو مقامی دیوبند کے طلبہ لازمی نمبرات کے ساتھ غیر حاضری سے بھی اجتناب کریں، اور تعلیم کے ساتھ ان کا شوق ظاہر ہو ان کو بلا تقابل تکمیلات میں داخل کرلیا جائے گا۔

اور اس تعداد کو مکمل کرلینے کے بعد اساتذہ وملازمین کے بچے لازمی نمبرات کے معیار کے ساتھ بلا تقابل داخل کیے جاسکیں گے۔

ان سب طلبہ کی امداد جاری ہوسکے گی۔

نوٹ:– حسب تجویز مجلس شوریٰ دورۂ حدیث شریف میں اول، دوم، سوم پوزیشن لانے والے طلبہ اگر افتاء کے امیدوار بننے کے لیے لازمی نمبرات کی شرط پوری کررہے ہیں تو بغیر تقابل ان کو منتخب کیا جائیگا۔

تخصص فی الافتاء

(۱) حسب تجویز مجلس شوریٰ منعقدہ ۲۰،۲۱؍شعبان ۱۴۳۳ھ تخصص فی الافتاء کے نصاب پر غور کیا گیا، جمادی الاخریٰ ۱۴۳۶ھ میں نیا نصاب منظور ہوا ہے، شوال ۱۴۳۶ھ سے اس نصاب پر عمل درآمد ہورہا ہے۔

(۲) تکمیل افتاء میں ممتاز نمبرات سے کامیاب ہونے والے دس طلبہ ہی تخصص فی الافتاء کے لئے امیدوار بن سکتے ہیں، اور ان میں سے دو کا انتخاب ہوتا ہے؛ لیکن دارالافتاء میں جمع شدہ استفتاءات کی بناء پر مجلس تعلیمی منعقدہ ۵؍رجب ۱۴۴۵ھ نے اس تعداد میں مزید دو کا اضافہ منظور کرلیا (یعنی کل ۴ طلبہ) اور یہ بھی طے کیا کہ بوقت انتخاب شعبۂ مطالعۂ شامی کے طلبہ کو ترجیح دی جائے گی۔

(۳) تخصص فی الافتاء میں داخلہ کے لیے سالانہ اوسط کے ساتھ، تکمیل افتاء کے سال لکھی ہوئی

تمرین کی کاپی کی بھی بذریعہ اہتمام جانچ ہوگی، امیدوار کو ۱۱ر شوال تک حاضر ہوکر داخلہ کی درخواست کے ساتھ تمرین کی کاپیاں اہتمام میں پیش کرنا ضروری ہوگا۔

(۴) تخصص فی الافتاء سالِ اول کے طلبہ کے لیے ۱۰ر رجب تک تمرین کی کاپیاں اہتمام میں پیش کرنا ضروری ہوگا، اسی پر تخصص سالِ دوم کی توسیع موقوف ہوگی۔

(۵) تخصص فی الافتاء (سالِ اول وسالِ دوم) کے طلبہ کا تمرین کا پرچہ الگ سے نہیں ہوگا؛ بلکہ سال بھر کی لکھی ہوئی تمرینِ فتاویٰ کی کاپی ہی پر نمبرات دیے جائیں گے، ان کاپیوں کی جانچ بذریعہ اہتمام ہوگی، ۱۵ر رجب تک تمرین کی کاپیاں اہتمام میں پیش کرنا لازم ہوگا۔

(۶) تخصص فی الافتاء سالِ دوم کے طلبہ کے لیے کم از کم ۵۰ صفحات پر مشتمل تفصیلی فتویٰ یا کسی فقہی موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ۱۵ر رجب تک اہتمام میں پیش کرنا ضروری ہے، اس کی جانچ بذریعہ اہتمام ہوگی اور اس پر نمبرات بھی دیے جائیں گے۔

(۷) نئے نصاب کے مطابق تخصص فی الافتاء سالِ اول اور سالِ دوم کے پرچے الگ الگ ہوں گے۔

نوٹ:- تخصص فی الافتاء کے بعد کسی درجے میں داخلہ نہیں ہوگا، البتہ تدریب فی التدریس مستثنیٰ ہے۔

مطالعۂ شامی

حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۲ر شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ تکمیل افتاء سے فارغ معیاری نمبرات سے کامیاب ہونے والے خواہش مند ۲ طلبہ کا حسب سابق بذریعہ انٹرویو شعبۂ مطالعۂ شامی میں داخلہ لیا جائے گا، اور اس کا نصاب دوسالہ ہوگا اور ان طلبہ کو چار ہزار روپیے ماہانہ وظیفہ دیا جائے گا۔

تکمیل ادب

(۱) حسب تجویز مجلس شوری ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ تکمیل ادب میں ۶۰ طلبہ کا داخلہ ممکن ہوگا۔

(۲) حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸ر جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ تکمیل ادب میں صرف وہ فضلاء داخلہ کے امیدوار بن سکیں گے جن کا دورۂ حدیث کے سالانہ امتحان میں اوسط کامیابی ۸۲ر رہا اور وہ کسی کتاب میں ناکام نہ ہوں۔

(۳) حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸ر جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ ایک تکمیل کے بعد دوسری تکمیل

(علاوہ افتاء) کیلئے ضروری ہوگا کہ امیدوار نے سابقہ تکمیل میں کم از کم ۸۴٪ اوسط حاصل کیا ہو اور وہ کسی کتاب میں ناکام نہ ہو۔

تخصص فی الادب

تکمیل ادب میں ممتاز نمبرات حاصل کرنے والے طلبہ ہی تخصص فی الادب کیلئے امیدوار بن سکتے ہیں ان امیدواروں میں سے صرف پانچ طلبہ اپنے اعلیٰ نمبرات کی بنا پر منتخب ہوں گے۔

نوٹ -: اس تخصص کے بعد صرف تدریب فی التدریس، تخصص فی الحدیث اور تکمیل افتاء میں داخلہ ہو سکتا ہے۔

تکمیل تفسیر و تکمیل علوم

(۱) حسب تجویز مجلس تعلیمی تکمیل تفسیر اور تکمیل علوم، میں صرف پچپن پچپن طلبہ کا داخلہ ممکن ہوگا۔

(۲) حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ تکمیل تفسیر اور تکمیل علوم میں دورہ حدیث سے آنے والے طلبہ کا سالانہ اوسط ۸۲ ہونا لازم ہے۔ دیگر تکمیل سے تفسیر و علوم میں آنے والے طلبہ کا اوسط ۸۴ ہونا لازم ہے۔

تمام تکمیلات میں مقررہ تعداد بذریعہ تقابل پوری کی جائیگی۔

تخصص فی الحدیث

(۱) تخصص فی الحدیث کے شعبہ میں بھی دیگر تکمیلات کی طرح فضلائے دارالعلوم دیوبند ہی کا داخلہ ہو سکے گا۔

(۲) ہر سال تخصص کے سال اول میں دس طلبہ کا داخلہ ہوگا اور ان ہی طلبہ کو داخلہ کا استحقاق ہوگا جو دورۂ حدیث میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوئے ہوں نیز جو طلبہ تکمیل ادب میں بھی ممتاز نمبرات لا چکے ہوں ان کو ترجیح دی جائے گی۔ سال اول میں ان کی کارکردگی اطمینان بخش ہونے کی صورت میں سال دوم میں ترقی دی جائیگی۔

تکمیلات میں داخلہ کے امیدوار طلبہ دفتر تعلیمات سے =/10 روپیے میں مطبوعہ درخواست فارم لے کر مقررہ وقت میں پُر کر کے جمع کریں۔ کسی دوسرے کاغذ پر یا مقررہ وقت کے بعد درخواست نہیں لی

جائیگی۔

تکمیلات وتخصصات میں داخلہ حسب ترتیب زیریں ہوں گے

اگرکسی تکمیل وتخصص میں آپ کے نام کاانتخاب نہیں ہواتو اس تکمیل کانتیجہ آنے کے بعد ہی آپ دوسری تکمیل میں داخلہ کی درخواست دیں، اوراگرآپ کے نام کاانتخاب ہوگیاتوکسی دوسری تکمیل میں ہرگز درخواست نہ دیں۔

ایک تکمیل کانتیجہ آنے کے بعد ہی دوسری تکمیل کی درخواست قبول کی جائے گی۔

☆ تخصص فی الحدیث میں داخلہ کی درخواست دینے کی آخری تاریخ ۲۰؍شوال ہے۔

☆ تکمیل افتاء میں داخلہ کی درخواست دینے کی آخری تاریخ ۲۲؍شوال ہے۔

☆تخصص فی الادب اورتکمیل ادب میں داخلہ کی درخواست دینے کی آخری تاریخ ۲۴؍شوال ہے۔

☆تکمیل تفسیر وعلوم میں داخلہ کی درخواست دینے کی آخری تاریخ ۲۶؍شوال ہے۔

نوٹ--: کسی بھی تخصص یاتکمیل میں داخلہ کیلئے مقررہ اوسط حاصل کرنا ضروری ہے اسکے بغیر کسی امیدوار کو کوئی رعایت نہیں دیجائیگی۔(بوقت انتخاب طالب علم کی اسباق میں حاضری وغیر حاضری کو بھی پیش نظر رکھاجائے گا۔)

شعبہ جات

شعبۂ انگریزی زبان وادب

(۱) اس شعبہ میں داخلہ کیلئے دورۂ حدیث سے فارغ امیدواروں کااوسط کامیابی حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸؍جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ ۷۸ اورتکمیلات وشعبہ جات سے آنے والوں کیلئے اوسط کامیابی ۸۰ ضروری ہوگا۔

(۲) اُمیدوارفضلائے دارالعلوم کابذریعہ امتحان تقریری وتحریری دوسال کیلئے انتخاب عمل میں آئیگا۔جن کی تعداد ۲۰ ہوگی، (یہ امتحان حدیث،تفسیر، فقہ،عربی، اردوزبان وادب سے متعلق سوالات کے ذریعہ ہوتاہے)۔

(۳) داخل طلبہ کے لئے مدرسہ کے تعلیمی اوقات کے علاوہ خارج اوقات میں بھی حاضرہ کراپنے کام میں مشغول رہنا ضروری ہوگا۔

نوٹ:- شعبۂ انگریزی میں حسب تجویز مجلس شوریٰ منعقدہ ۱۶، ۱۷ شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ ہر سال داخلہ ہوگا۔

شعبۂ کمپیوٹر (ٹریننگ سینٹر)

حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸/ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ شعبۂ کمپیوٹر میں داخلہ کے لئے دورۂ حدیث سے ۷۸ اوسط اور تکمیلات سے ۸۰ اوسط لانے والے طلبہ ہی امیدوار بن سکیں گے۔

(۱) اس شعبہ میں ہر سال ۲۰/ طلبہ کا داخلہ عمل میں آتا ہے، جس میں حسب سہولت اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

(۲) داخلہ کے لیے تحریری انٹرویو میں کامیابی ضروری ہے۔ امیدواروں کی تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں اعلیٰ نمبرات اور معلومات عامہ میں کامیابی پر انتخاب کا انحصار ہوگا۔ انگریزی، ہندی اور حساب کے مبادیات کا علم لازمی ہے۔

(۳) تعلیمی اوقات کے علاوہ حسب ہدایت خارج اوقات میں بھی حاضر رہ کر اپنے کام میں مشغول رہنا ہوگا۔

شعبۂ تحفظ سنت

(۱) اس شعبہ میں ۲۰ فضلائے دارالعلوم کا داخلہ ہوسکے گا حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸/ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ امیدواروں کے لئے امتحان سالانہ میں ۷۸ اوسط حاصل کرنا شرط ہوگا۔

(۲) اوائل ذی قعدہ میں داخلہ ہوگا اور امیدواروں کی تقریری وتحریری صلاحیتوں کا بھی جائزہ لیا جائے گا۔

(۳) داخل طلبہ کے لیے اوقات مدرسہ کے علاوہ خارج اوقات میں بھی حسب ہدایت درسگاہ میں حاضر رہ کر مطالعہ وغیرہ میں مصروف رہنا ضروری ہوگا۔

شعبۂ تحفظ ختم نبوت

(۱) اس شعبہ میں حسب تجویز مجلس شوریٰ منعقدہ ۱۵–۱۶ صفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۵–۶ نومبر ۲۰۱۷ء حسب شرائط دس فضلائے دارالعلوم کا داخلہ ہوسکے گا حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸/ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ امیدواروں کے لیے امتحان سالانہ میں ۷۸ اوسط حاصل کرنا شرط ہوگا۔

(۲) اوائل ذی قعدہ میں داخلہ ہوگا اور امیدواروں کی تقریری وتحریری صلاحیتوں کا بھی جائزہ لیا جائے گا۔

(۳) داخل طلبہ کے لیے اوقات مدرسہ کے علاوہ خارج اوقات میں بھی حسب ہدایت درسگاہ میں حاضر رہ کر مطالعہ وغیرہ میں مصروف رہنا ضروری ہوگا۔

شعبۂ تحقیق وصحافت شیخ الہند اکیڈمی

(۱) اس شعبہ میں داخل طلبہ کی تعداد ۱۰ ہوگی اور ان سب کا دورۂ حدیث سے فارغ ہونا ضروری ہوگا۔حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸؍جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ امیدواروں کے لئے امتحان سالانہ میں ۷۸ اوسط حاصل کرنا شرط ہوگا۔

(۲) داخلہ کے لیے تحریری وتقریری امتحان ہوگا،تحریری صلاحیت کی بنیاد پر نمبرات دیے جائیں گے اور نمبرات ہی کی روشنی میں داخلہ کا استحقاق ہوگا۔

(۳) داخل طلبہ کے لیے مدرسہ کے پورے اوقات کے علاوہ خارج اوقات میں بھی حاضر رہ کر اپنے کام میں مشغول رہنا ضروری ہوگا۔

(۴) سالانہ امتحان میں اول، دوم پوزیشن حاصل کرنے والے فقط دو طلبہ کو سال دوم میں داخلہ دیا جائے گا۔

(۵) اس شعبہ میں داخلے کے امیدوار طلبہ دفتر تعلیمات سے مطبوعہ درخواست حاصل کر کے پُر کریں اور حسب اعلان متعینہ تاریخ تک درخواست جمع کر دیں،تاریخ وغیرہ سے متعلق اعلان ماہ شوال میں آویزاں کیا جائے گا۔

شعبۂ مطالعۂ عیسائیت و دیگر مذاہب

(۱) اس شعبہ میں دس فضلائے دارالعلوم کا داخلہ ہوسکے گا حسب تجویز مجلس تعلیمی منعقدہ ۸؍جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ امیدواروں کے لیے امتحان سالانہ میں ۷۸ اوسط حاصل کرنا شرط ہوگا۔

(۲) داخلے سے پہلے عیسائیت اور دیگر مذاہب سے متعلق اسلامی معلومات کا تحریری وتقریری جائزہ لیا جائے گا۔

(۳) داخل طلبہ کے لیے اوقات مدرسہ کے علاوہ خارج اوقات میں بھی حسب ہدایت درسگاہ میں حاضر رہ کر مطالعہ وغیرہ میں مصروف رہنا ضروری ہوگا۔

درجۂ حفظ

شعبۂ حفظ میں داخلہ صرف مقامی نابالغ بچوں کا یا پھران بچوں کا ہوگا جن کے سرپرست دیوبند میں سالہاسال سے مقیم ہوں، یعنی وہ نسلاً بعد نسلٍ دیوبند کے باشندے ہوں (ان کی عمر ۱۱ سال سے زائد نہ ہو، اس رعایت کے ساتھ کہ ۱۲ سال سے کم عمر تک بچوں کا بھی داخلہ لیا جائے گا) اور داخلہ بشرط گنجائش ماہ محرم کے آخر تک لیا جائے گا۔ مقررہ تعداد سے زائد کسی بچے کا داخلہ ممکن نہ ہوگا۔ اور درمیان سال میں صرف دارالعلوم کے شعبۂ ناظرہ سے فارغ شدہ بچوں کو بعد جائزہ درجۂ حفظ میں منتقل کیا جاسکے گا۔ درجہ حفظ کے طلبہ کو درسگاہ یا دارالاقامہ میں قیام کی اجازت نہیں ہوگی۔

درجۂ ناظرہ

صرف مقامی نابالغ بچوں کا داخلہ ہوگا۔ یا پھران بچوں کا داخلہ ہوسکے گا جن کے سرپرست دیوبند میں نسلاً بعد نسلٍ سالہاسال سے مقیم ہوں، (ان کی عمر ۱۰ سال سے زائد نہ ہو، اس رعایت کے ساتھ کہ ۱۱ سال سے کم عمر تک بچوں کا بھی داخلہ لیا جائے گا) ان کو درسگاہ یا دارالاقامہ میں قیام کی اجازت نہیں ہوگی۔ اور داخلہ بشرط گنجائش پورے سال جاری رہتا ہے۔

درجۂ دینیات، اردو، فارسی

(۱) شعبۂ دینیات اردو، فارسی میں صرف دارالعلوم کے اساتذہ وملازمین کے بچوں اور مقامی بچوں کا داخلہ لیا جائے گا۔

(۲) دینیات کے درجۂ اطفال میں بھی صرف مقامی بچوں کا داخلہ ہوگا، اور داخلہ بشرط گنجائش ہر وقت ممکن ہوگا۔ (درجۂ اطفال میں ضروری ہوگا کہ طالب علم کی عمر ۹ سال سے زائد نہ ہو، اس رعایت کے ساتھ کہ ۱۰ سال سے کم عمر تک بچوں کا بھی داخلہ لیا جائے گا)۔

(۳) دینیات کے بقیہ درجات میں داخلہ ذی الحجہ کی تعطیل تک کیا جائے گا، اس کے بعد داخلہ نہیں کیا جائے گا۔

شعبۂ دارالصنائع

(۱) اس شعبہ میں دس سے زائد کا داخلہ نہ ہوسکے گا۔ اور ان سب کی صرف امداد طعام جاری ہوسکے

گی۔(اوراس شعبہ کا کورس یک سالہ ہوگا)۔

(۲) طالب علمانہ وضع قطع کے بغیر داخلہ نہیں لیا جائے گا۔

(۳) معلم دارالصنائع جن کی صلاحیت کی تصدیق کریں گے ان کو داخل کیا جائیگا۔

(۴) اوقات مدرسہ میں پورے وقت حاضر رہ کر کام کرنا ضروری ہوگا۔

(۵) پہلے تین ماہ میں کام کی تکمیل نہ کی گئی تو داخلہ ختم کر دیا جائے گا۔

الصف العربی:

جوطلبہ خارج میں عربی زبان سیکھنا چاہتے ہیں، ان کے لیے دارالعلوم دیوبند کے دو اساتذہ کو منتخب کر دیا جاتا ہے، جو دوپہر و بعد عشاء پابندی کے ساتھ طلبۂ عزیز کو عربی کی مشق کراتے ہیں، شائقین طلبہ دفتر تعلیمات میں درخواست دے کر اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔الصّف العربی کے نمبرات اجرائے امداد کے سلسلے میں شمار کیے جائیں گے۔

مجلس شوریٰ ومجلس تعلیمی کے وضع کردہ چند قواعد وضوابط

(۱) جن طلبہ کی پورے سال اسباق میں کوئی غیر حاضری نہ ہو ان کو بشکل نقد رقم خصوصی انعام سے نوازا جاتا ہے، من جانب دارالعلوم دیوبند تین ہزار روپیے اور من جانب حضرت مولانا بدرالدین اجمل علی صاحب رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند ایک ہزار روپیے، اسی طرح جن طلبہ کی پورے سال اسباق میں صرف ایک گھنٹہ کی غیر حاضری ہو ان کو بھی بشکل نقد رقم انعام سے نوازا جاتا ہے، من جانب دارالعلوم دیوبند دو ہزار روپیے اور من جانب حضرت مولانا بدرالدین اجمل علی صاحب رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند پانچ سو روپیے۔نیز جلسۂ انعامیہ میں تمام طلبۂ دارالعلوم کو حسب تفاوت نمبرات عمومی انعام بشکل کتب دیا جاتا ہے، اور ہر جماعت میں اول ، دوم، سوم، پوزیشن حاصل کرنے والوں کو گرانقدر امتیازی انعامات سے نوازا جاتا ہے ،طلبۂ عزیز محنت سے اسباق میں حاضر رہا کریں، اور اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(۲) نامناسب وضع قطع اور بالخصوص ڈاڑھی کا مونڈ وانا یا تراشنا عربی مدارس میں قرآن وحدیث پڑھنے والے طالب علم کے لیے ہرگز زیب نہیں دیتا، مذکورہ بالا حرام عمل عالم دین کی ثقاہت کو مجروح اور اس کی حیثیت عرفی کو داغدار بنا دیتا ہے، دارالعلوم دیوبند ہمیشہ سے اس معاملہ میں زیادہ حساس رہا ہے۔

اس لئے کسی جدید یا قدیم طالب علم کا اگر وہ ریش تراشیدہ ہے نہ داخلہ ہوگا اور نہ داخلہ برقرار رہے گا۔اس لئے طلبۂ عزیز خود بھی اس ہدایت پر عمل پیرا ہوں ، نیز جدید داخلے کے لیے آنے والے اپنے

احباب کو بھی اس سے باخبر کردیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جناب رسول اللہ ﷺ کا ظاہراً و باطناً اتباع کرنے والا بنائے۔ آمین

(۳) مسلسل پندرہ یوم بشمولیت جمعہ اگر کوئی طالب علم اسباق میں غیر حاضر رہے گا تو اس کا اخراج ہوجائے گا، نیز دورۂ حدیث شریف کے کسی طالب علم کے متعلق بھی اگر محقق و معتبر ذریعہ سے مسلسل پندرہ یوم اسباق میں غیر حاضر ہونے کا علم ہوجائے گا تو اسکا بھی اخراج ہوجائے گا۔

(۴) (حسب تجویز مجلس شوریٰ منعقدہ ۲۵/۲۶/۲۷رصفر ۱۴۴۳ھ طلبۂ دورۂ حدیث کی درسگاہ کی ایک گھنٹہ کی غیر حاضری پورے ایک دن کے برابر ہے اور ایک دن کی غیر حاضری پر اس طرح پورے ۵ یوم کا طعام بند ہوگا۔)

دورۂ حدیث شریف میں اگر بشمول دفتری غیر حاضری ان کی مجموعی طور پر ۲۰ گھنٹوں کی غیر حاضریاں ہوجائیں تو اعادۂ سال ہوجائے گا۔

نوٹ: دورۂ حدیث شریف کے طلبہ کی ہر ماہ ایک دفتری حاضری بھی ہوتی ہے، اس کے ضابطے مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) دورۂ حدیث شریف کے طلبہ کی دفتری حاضری میں ایک غیر حاضری پر پندرہ یوم کا کھانا مع وظیفہ بند ہوگا۔

(ب) اور مسلسل دو غیر حاضریوں پر ایک مہینہ کا کھانا مع وظیفہ بند ہوگا۔

(ج) اور مسلسل تین غیر حاضریوں پر اخراج ہوجائے گا، اور آئندہ سال دورۂ حدیث دوبارہ پڑھنا ہوگا۔

(۵) حسب تجویز مجلس تعلیمی جو طلبہ بغیر چھٹی لئے اور بغیر کھانا بند کرائے دارالعلوم سے باہر کسی جگہ، یا گھر چلے جائیں ان کا کھانا تا اطلاع ثانی بند کردیا جائے گا۔

(۶) حسب تجویز مجلس تعلیمی جو طالب علم کسی دوسرے طالب علم کی حاضری بولتے ہوئے پکڑا جائے یا معتبر ذرائع سے اس کا یہ جرم ثابت ہوجائے تو دونوں کی پورے سال کے لیے امداد بند کردی جائے گی، (اور امداد نہ ہونے کی صورت میں حسب تجویز مجلس تعلیمی کارروائی ہوگی) اگر دوسری بار بھی پکڑا جائے تو دونوں کا اخراج کردیا جائے گا، اور آئندہ سال اس کا اسی موجودہ درجہ میں اعادہ کردیا جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی طالب علم درسگاہ میں حاضری بول کر سبق ختم ہونے سے پہلے درسگاہ سے نکل جائے اور پکڑا جائے یا معتبر ذرائع سے اس کے اس جرم کی نشاندہی ہوجائے تو اس کی بھی امداد پورے سال کے لیے بند کردی جائے گی، (اور امداد نہ ہونے کی صورت میں حسب تجویز مجلس تعلیمی کارروائی

ہوگی) اور اگر دوبارہ بھی پکڑا جائے تو اس کا اخراج کر دیا جائے گا، اور آئندہ سال اس کا اسی موجودہ درجہ میں اعادہ کر دیا جائے گا۔ اور اس طرح کے تمام طلبہ دورۂ حدیث کے بعد ممنوع الداخلہ قرار پائینگے۔

(۷) حسب تجویز مجلس تعلیمی تعلیم کے ساتھ ساتھ کسی بھی قسم کی تجارت نیز کسی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت، یا غیر تعلیمی کسی اور مشغلہ کی اجازت نہیں ہوگی، اگر کوئی طالب علم اس عمل میں مبتلا پایا جائے یا معتبر ذرائع سے اس کے اس عمل کی نشاندہی ہوجائے یا غیر درسی سرگرمیوں میں مبتلا پایا جائے تو وہ مستحق اخراج ہوگا، (آپ نے فقط حصول علم کے لیے داخلہ لیا ہے اسی میں ہمہ تن مشغول رہیں،)

(۸) حسب تجویز مجلس شوریٰ منعقدہ ۹، ۱۰، ۱۱رصفر المظفر ۱۴۴۷ھ

درجۂ حفظ، عربی اول و دوم، اور تکمیل افتاء میں اسباق میں مجموعی طور پر ۹۰ گھنٹوں کی غیر حاضری پر، اور بقیہ تمام درجات میں مجموعی طور پر ۱۰۰ گھنٹوں کی غیر حاضری پر نام خارج کر دیا جائے گا۔ اور آئندہ سال اسی موجودہ درجہ میں بغیر امتحان داخلہ اعادہ ہوگا۔

(۹) دوران تعلیم سبق چھوڑ کر اگر کوئی طالب علم کمرہ میں سکونت اختیار کرے گا تو حسب تجویز مجلس تعلیمی اس کا ایک ماہ کا طعام بند کر دیا جائے گا۔ اور اس سلسلہ میں ان شاء اللہ ذمہ داران واساتذۂ دارالعلوم دیوبند نگرانی فرمائیں گے۔ (نیز ایسے طالب علم کا دورہ کے بعد کسی تکمیل میں داخلہ نہیں ہوگا، اور اس طالب علم کے اس جرم سے اس کے اہل خانہ کو بھی بذریعہ دفتر تعلیمات باخبر کیا جائے گا)۔

(۱۰) حسب تجویز مجلس شوریٰ عیدالاضحیٰ کی دس یوم کی تعطیل ہوتی ہے، اس کے بعد سالانہ امتحان کے ختم تک کوئی تعطیل نہیں ہوتی۔

ضوابط متعلقہ دارالإقامہ

دارالعلوم دیوبند ایک معیاری تعلیم گاہ ہونے کے ساتھ ساتھ مثالی تربیت گاہ بھی ہے یہاں طلبہ کی نگرانی اور اصلاح وتربیت کے لئے ایک وسیع اور فعال شعبہ ''دارالاقامہ'' کے نام سے سرگرم عمل ہے۔ جس کا انتظام بہت سے قواعد وضوابط پر مبنی ہے، انہیں میں سے کچھ اہم اور منتخب ضوابط جن کا تعلق براہ راست طلبہ سے ہے ذیل میں شائع کیے جارہے ہیں طلبہ عزیز ان کو بغور ملاحظہ فرمالیں۔

(۱) دارالعلوم دیوبند میں قیام کا مقصد حصول علم کے ساتھ اصلاحِ اخلاق بھی ہے اس لئے یہاں رہنے والے طلبہ کو اپنی وضع قطع علماء وصلحاء کے موافق رکھنی ہوگی۔

(۲) دارالعلوم دیوبند کی جملہ املاک کی حفاظت ضروری ہے انکو کسی بھی قسم کا نقصان پہونچانا سخت جرم شمار ہوگا۔

(۳) ذمہ داران واساتذہ کرام اور کارکنانِ مدرسہ نیز علم وعلماء کا احترام ضروری ہوگا۔

(۴) طالب علم کو نظام دارالعلوم کی پابندی کرنی ہوگی اور اندرون دارالعلوم اور باہر ہر طرح کے فتنہ وفساد سے اجتناب لازم ہوگا۔

(۵) فرائض وواجبات وسنن بالخصوص نماز باجماعت کا پورا اہتمام کرنا لازم ہوگا، نماز باجماعت کا اہتمام نہ کرنے کی صورت میں حسب ضابطہ کارروائی ہوگی۔

(۶) ناظم دارالاقامہ کی تحریری اجازت کے بغیر دارالعلوم سے باہر قیام ممنوع ہوگا۔

(۷) طلبہ کو دیوبند سے باہر جانے کیلئے متعلقہ ناظمِ حلقہ کو مطلع کرنا ضروری ہوگا۔

(۸) کسی بھی غیر داخل شخص کو اپنے پاس قیام وطعام کی سہولت فراہم کرنا قطعاً ممنوع ہوگا۔

(۹) مہمان کی آمد پر ناظم حلقہ کو مطلع کرنا ضروری ہوگا۔ محرم یا غیر محرم مستورات میں سے کسی کو بھی اپنے کمرہ میں لانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

(۱۰) قیام کے لئے جو بھی جگہ منجانب دارالاقامہ متعین کی جائے گی اسی جگہ رہنا لازم ہوگا۔

(۱۱) بلا اجازت اپنے حجرے کے علاوہ کسی دوسری جگہ قیام قابل مواخذہ جرم ہوگا۔

(۱۲) اپنے ہمراہ کم سن بچوں کا رکھنا موجب اخراج جرم ہوگا۔

(۱۳) بدون اجازت پندرہ دن یا اس سے زائد غیر حاضری کی صورت میں سیٹ سوخت کردی جائیگی۔

(۱۴) تین اور چار سیٹ والے کمروں کے لیے کم از کم ۸۵ ؍ اوسط لانا شرط ہوگا۔ اور بقاء کے لئے ۷۵ اوسط شرط ہوگا۔

(۱۵) دو اور ایک سیٹ والے کمروں کے لیے کم از کم ۹۰ ؍ اوسط لانا شرط ہوگا۔ اور بقاء کے لئے ۸۰ اوسط شرط ہوگا۔

(۱۶) درجات عربیہ میں اوسط والے کمروں میں نشست کے حصول کے لئے مشق قراءت وفوائد مکیہ کے نمبرات کا اعتبار نہیں ہوگا، حفص اردو کے طلبہ چھوٹے کمروں کے مستحق نہیں ہونگے۔

(۱۷) رجب المرجب سے شوال المکرم تک سیٹوں کا تعین وتبادلہ نہ ہو سکے گا۔

(۱۸) دیوبند کے مقامی طلبہ کو سیٹ نہیں دی جائے گی۔

(۱۹) فلم، ٹیلی ویژن دیکھنا، اسی طرح انٹرنیٹ پر اخلاق سوز سائٹ دیکھنا لائق اخراج جرم ہے۔

(۲۰) کیمرے والا موبائل رکھنا جرم ہے، پکڑے جانے پر طالب علم حسب ضابطہ سخت سزا کا مستحق ہوگا۔

(۲۱) ضروری بات چیت کیلئے سادہ موبائل رکھ سکتے ہیں البتہ تعلیمی اوقات بشمول بعد نماز مغرب موبائل پر گفتگو سے اجتناب ضروری ہوگا۔

(۲۲) ۲۵ رسال یا اس سے کم عمر کا طالب علم ہی کنسیشن فارم سے استفادہ کرسکتا ہے۔

نصاب تعلیم دارالعلوم دیوبند

اول عربی: (۱) میزان منشعب مکمل، پنج گنج تا فصل چہارم مکمل (۲) نحو میر مع شرح مأتہ عامل مکمل، (۳) القراءۃ الواضحہ اول مکمل (۴) مفتاح العربیہ جزء اول مکمل، جزء ثانی الدرس الرابع و العشرون (۵) سیرت خاتم الانبیاء مکمل (۶) اصول التجوید مع پارۂ عم حفظ تصحیح مخارج کے ساتھ مشق ربع آخر۔

دوم عربی: (۱) ہدایۃ النحو مکمل (۲) علم الصیغہ تا افادات نافعہ ص ۴۷ بعدہ فصول اکبری خاصیات مکمل۔ (۳) نور الایضاح مکمل بعدہ قدوری از ابتداء تا کتاب الحج مکمل (۴) القراءۃ الواضحہ دوم و نفحۃ الادب مکمل (۵) آسان منطق مکمل بعدہ مرقات تا فصل فی الاغالیط (۶) جمال القرآن مع مشق پارۂ عم شروع کے تین ربع۔

سوم عربی: (۱) کافیہ: مکمل (۲) قدوری تا کتاب الفرائض (۳) ترجمۂ قرآن کریم از سورۂ ق تا سورۂ ناس مکمل (۴) شرح تہذیب ص ۶۳ تا الخاتمہ (۵) نفحۃ العرب از ابتداء تا نبذۃ من ذکاوۃ العرب مکمل، بعدہ مشکوٰۃ الآثار مکمل (۶) القراءۃ الواضحہ ثالث مکمل بعدہ تعلیم المتعلم مکمل۔

چهارم عربی: (۱) شرح وقایہ اول مکمل، دوم تا کتاب العتاق (۲) ترجمۂ قرآن کریم از سورہ یوسف تا سورۂ حجرات مکمل (۳) قطبی تا الفصل الثانی فی المختلطات (۴) تسہیل الاصول مکمل بعدہ اصول الشاشی مکمل (۵) دروس البلاغۃ مکمل بعدہ الفیۃ الحدیث۔ تاریخ ملت حصہ بنو عباسیہ، علم مدنیت، جغرافیہ جزیرۃ العرب۔

سال پنجم عربی: ہدایہ اول مکمل، ترجمۂ قرآن کریم از ابتداء تا سورۂ ہود مکمل، نور الانوار کتاب اللہ مکمل، مختصر المعانی الفن الاول مکمل، مقامات حریری ۱۵ مقامے، سلم العلوم تا شرطیات بعدہ عقیدۃ الطحاوی مکمل، تاریخ سلاطین ہند (مطالعہ)۔

سال ششم عربی: جلالین شریف مکمل، ہدایہ ثانی از ابتداء تا ختم کتاب الایمان، الفوز الکبیر مکمل بعدہ حسامی: بحث کتاب اللہ سے صفحہ ۲۸ فصل فی الأمر تک، از کتاب السنۃ تا ختم کتاب، مبادی الفلسفہ مکمل بعدہ میبذی (الفن الاول من القسم الثانی ما یعم الاجسام مکمل)،

قصائدمنتخبه من المتنبی بعدہ دیوان حماسه تاختم باب الادب، اصح السیر (مطالعه)۔

سال هفتم عربی: مقدمہ مع شرح نخبۃ بعدہ مشکوٰۃ شریف ثلث اول تا باب زیارۃ القبور مکمل، مشکوٰۃ شریف ثلث ثانی از کتاب الزکوٰۃ تا باب تغطیة الاوانی مکمل، مشکوٰۃ شریف ثلث ثالث از کتاب اللباس تاختم کتاب، ہدایہ ثالث از کتاب البیوع تا ختم کتاب الاقرار۔ ہدایہ رابع از کتاب الشفعه تاختم مایحدثه الرجل فی الطریق من کتاب الدیات، شرح عقائد مکمل بعدہ سراجی تا باب ذوی الارحام۔

دورۂ حدیث شریف: بخاری شریف مکمل، مسلم شریف اول از ابتداء تا کتاب الإیمان، دوم از ابتداء تا کتاب الجهاد، ترمذی شریف مکمل، ابوداؤد شریف اول کتاب الطهارۃ مکمل ص (۵۵) کتاب الزکاۃ مکمل ص (۲۴) دوم از ابتداء بقیۃ کتاب الجهاد ص (۲۷) کتاب الخراج والفئی والامارۃ ص (۳۴) کتاب العتق ص (۵) کتاب الدیات مکمل ص (۱۴)، نسائی شریف کتاب الصیام ص (۳۰) کتاب المناسك ص (۴۲)، ابن ماجہ شریف از ابتداء تا ابواب الطهارۃ ص (۲۳)، ابواب الأدب مکمل ص (۱۱)، طحاوی شریف کتاب الصلوٰۃ تا باب الوتر ص (۹۸)، شمائل ترمذی شریف مکمل، مؤطا امام مالکؒ از کتاب الأشربة تا ماجاء فی الحجامة وأجرۃ الحجام، مؤطا امام محمدؒ کتاب النکاح، کتاب الطلاق مکمل، کتاب الضحایا مکمل، تجوید ومشق۔

تکمیلات و تخصصات

تکمیل افتاء

سراجی (تمرین کے ساتھ) شرح عقود رسم المفتی، الاشباه والنظائر (الفن الاول والثانی) قواعد الفقه، تمرین فتاویٰ، مقدمه درمختار کتاب النکاح کتاب الطلاق کتاب الوقف، مطالعه شامی مع فتاویٰ رشیدیه۔

تخصص فی الافتاء (سال اول)

(۱) **استیعابی مطالعه:**

(۱) ملتقی الابحر (از ابتداء تا کتاب الوقف) (۲) الحیلته الناجزه

(۲) **ابحاث کا خلاصه:** (ششماہی امتحان تک)

(۱) بدائع الصنائع (کتاب الطهارۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب الزکاۃ)

(بعد ششماہی)

(۲) البحر الرائق (کتاب الصلاۃ، کتاب الأیمان، کتاب الذبائح، کتاب الاضحیة)

(۳) **اصول فتوی نویسی:**

(۱) اصول الافتاء وآدابہ: مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

(۲) مقدمہ الدر المختار: علامہ حصکفیؒ

(۴) متداول کتب فتاوی کا تعارف وخصوصیات اور فقہ حنفی کی تاریخ وامتیازات

(معاون کتب)

(۱) ابوحنیفہ: حیاتہ وعصرہ۔ آراؤہ وفقہہ ابوزہرہؒ

(۲) فقہ اہل العراق وحدیثہم: علامہ زاہد الکوثریؒ

(۳) الفوائد البہیۃ: علامہ عبدالحی لکھنویؒ

(۵) **تمرین فتاوی:**

اختیاری مطالعہ: ۱۵۰ فتوے مع تخریج وعناوین

(۱) الجواہر المضیئۃ

(۲) الاشباہ والنظائر (فن ثانی وثالث)

(۳) امداد الفتاوی (جلد ثالث، مطبوعہ: زکریا دیوبند)

(۴) تاریخ التشریع الاسلامی: مناع القطان

تخصص فی الافتاء (سال دوم)

(۱) **استیعابی مطالعہ:**

(۱) (ملتقی الابحر (از: کتاب البیوع تا: آخر)

(۲) امداد الفتاوی (جلد سادس، مطبوعہ: زکریا دیوبند)

(۲) **ابحاث کا خلاصہ:**

(ششماہی امتحان تک)

(۱) ردالمحتار (کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الوقف، کتاب الاجارۃ)

(بعد ششماہی)

(۲) فتح القدیر (کتاب البیوع، کتاب المضاربۃ، کتاب الشرکۃ، کتاب الوصیۃ، کتاب الہبۃ)

(۳) **اصولِ شریعت واصولِ فقہ:**

(۱) اصول سرخسی: علامہ سرخسیؒ

(۲) الموافقات: (جزء المقاصد) علامہ شاطبیؒ

(۴) **تمرین فتاوی:** ۱۵۰ فتوے مع تخریج وعناوین

(۵) **تفصیلی وتحقیقی فتوی یا مضمون** (۵۰ صفحات)

اختیاری مطالعہ:

(۱) جواہر الفقہ (مکمل) (۲) قضایا فقہیة معاصرة

(۳) بدایة المجتہد (۴) مجلة الاحکام العدلیة

مطالعۂ شامی

مکمل شامی کا مطالعہ

تخصص فی الحدیث (سال اول)

اصول الحدیث ”مقدمة ابن صلاح“

التخریج: ”اصول التخریج“ للدکتور محمود الطحان (الباب الأول)، ثم تخریج أحادیث ”جمع الفوائد“ لمحمد بن سلیمان المالکی۔

أسماء الرجال: تعریف بکتب الرجال التالیة: (۱) ”التاریخ الکبیر“ للبخاری۔ (۲) ”الجرح والتعدیل“ لا بن أبی حاتم (۳) کتاب ”الثقات“ لابن حباب البستي۔ (۴) کتاب ”المجروحین“ لابن حبان۔ (۵) ”تہذیب الکمال“ للمزي۔ (۶) ”تہذیب التہذیب“ للحافظ ابن حجر العسقلانی۔ (۷) ”تقریب التہذیب“ للحافظ ابن حجر العسقلانی۔ (۸) ”الکامل في الضعفاء“ لابن عدي۔ (۹) ”میزان الاعتدال“ للذہبی۔

الجرح والتعدیل: ”الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل“ للعلامة عبد الحي اللکنوي، مدارس الرواة (۳۷۵) ترجمة مفصلة للرواة في ضوء کتب الجرح والتعدیل۔

حفظ المتون: ”حفظ ۱۳۵ حدیثا في الأحکام مع الکلام علی الرواة المتکلم فیہم۔

تخصص فی الحدیث (سال دوم)

دراسة الأسانید: (۱) الباب الثانی من ”أصول التخریج ودراسة الأسانید“ للطحان۔ (۲) ”دراسة الحدیث الصحیح والحسن الخ“۔ (۳) دراسة تطبیق الأمثلة لأنواع الحدیث المختلفة“ کلاہما للشیخ نعمت اللہ الأعظمي والشیخ عبد اللہ المعروفي۔ (۴) ”منہج دراسة الأسانید والحکم علیہا“ للدکتور ولید بن حسن العاني رحمہ اللہ۔

دراسة المتون: (۱) ”الفوائد المہمة في دراسة المتون“ للشیخ نعمت اللہ الأعظمي

(۲) الأبواب المختارة من "إعلاء السنن" للتهانوي مع دراسة شاملة۔

دراسة الأسانيد: التدريب على دراسة الأسانيد۔

حفظ المتون: حفظ ۱۶۵ حديثاً في الأحكام مع الكلام على العلل و الرواة المتكلم فيهم في الإسناد۔

كتابة بحث: إعداد بحث حول موضوع من موضوعات الحديث الشريف لا يقل عن مائة صفحة۔

تکیمل الادب العربی

اسالیب الانشاء، المختارات العربیه (النثر الجدید)

دیوان الحماسه (باب الحماسة الادب)

سبعه معلقه: ۳۰/ معلقات، تاریخ الادب العربی (زیات)۔

البلاغة الواضحه، انشاء العربی۔

تخصص فی الادب العربی

النثر القدیم: **کتاب**: "البخلاء" للجاحظ (رسالة سهل بن هارون، وقصة اهل البصرة من المسجديين "رسائل الجاحظ" (رسالة كتمان السر)

النثر الجدید: "حیاتی" لاحمد أمین "رجال من التاریخ" للطنطاوی

حفظ النصوص: "مجموعة من النظم و النثر للحفظ و التسمیع" محمد شریف سلیم۔

الانشاء العربی: ترجمة من العربية الى الاردية و العكس الصحف العربية المختارة۔

کتابة بحث: "كتابة البحث العلمی" لعبد الوهاب ابوسلیمان، اعداد بحث حول الموضوعات العلمية او الادبية او ترجمة علم من الاعلام، لا يقل عن مئة صفحة۔

دروس مطالعه: "من نفحات الحرم" للطنطاوی "النظرات" للمنفلوطی كليلة و دمنة لابن المقفع "نحو مذهب اسلامی فی الادب و النقد" لعبد الرحمن رافت باشا۔

تکمیل تفسیر

تفسیر ابن کثیر از سورۂ صٓفّت تاختم فُصِّلتْ، تفسیر ابن کثیر سورۂ نجم سے سورۂ صف کے ختم تک، بیضاوی آل عمران مکمل، بیضاوی شریف سورۂ بقرہ ربع اول مکمل، مناھل العرفان (مباحث منتخبہ)، مقدمہ ابن الصلاح، سبیل الرشاد۔

تکمیل علوم

حجۃ اللہ البالغہ، مسامرہ، مسلم الثبوت مقدمہ ابن الصلاح، بیضاوی سورۂ بقرہ ربع اول، الاشباہ والنظائر (کلیات فقھیہ)، سبیل الرشاد۔

تجوید القرآن

حفص اردو سال اول

۱۔ جمال القرآن مکمل تا امتحان ششماہی۔

۲۔ تعلیم الاسلام دو حصّے تا امتحان ششماہی۔

۳۔ مشق قصار مفصل ترتیلاً (پارہ عم ربع آخر) (جلسہ میں قراءت کی طرح) بعدہ پارہ الم تدویراً (نماز کی طرح قراءت) تا امتحان ششماہی

بعد ششماہی

۱۔ جامع الوقف مکمل حفظ، تا امتحان سالانہ۔

۲۔ تعلیم الاسلام بقیہ دو حصّے، تا امتحان سالانہ۔

۳۔ مشق رکوعات مختلفہ ترتیلاً، باقی ماندہ سوا چار پارے (گویا ایک منزل مکمل ہونی ہے) حدراً۔

حفص اردو سال دوم

۱۔ فوائد مکیہ مکمل تا امتحان ششماہی۔

۲۔ نماز اور امامت کے ضروری مسائل نصف تا امتحان ششماہی۔

۳۔ از پارہ ۶ تا پارہ ۲۰ مشق حدراً تا امتحان ششماہی، مشق ترتیلاً مختلف رکوعات پارہ ۲۹ و ۳۰ تدویراً۔

بعد ششماہی

۱۔ معرفۃ الرسوم مکمل تا امتحان سالانہ۔

۲۔ باقی ماندہ نماز اور امامت کے ضروری مسائل۔

۳۔ مشق باقی ماندہ کلام اللہ شریف یعنی آخری دس پارے، حدراً۔ مشق رکوعات مختلفہ ترتیلاً، از حجرات تا پارہ ۲۸ ختم تدویراً۔

حفص عربی

۱۔ خلاصۃ البیان مکمل، تا امتحان ششماہی۔

۲۔ مشق پارہ الم تدویراً، رکوعات مختلفہ ترتیلاً۔

بعد ششماھی

۱۔ مقدمۃ الجزریہ وتحفۃ الاطفال۔

۲۔ مشق ایک منزل حدراً، رکوعات مختلفہ ترتیلاً۔

قراءت سبعہ

۱۔ التیسیر، شاطبیہ تا اصول ختم تا امتحان ششماہی

۲۔ مشق رکوعات مختلفہ فی الروایات المختلفہ ترتیلاً۔

بعد ششماھی

۱۔ باقی ماندہ التیسیر وشاطبیہ اور، فروش تا ختم کتاب، رائیہ۔

۲۔ اجراء القرآن مکمل فی القراءات السبعہ (اس کا امتحان صرف سالانہ ہوگا) (افراد، جمع وقفی، جمع عطفی، جمع حرفی)

قراءت عشرہ

۱۔ الدرۃ المضیۃ، الوجوہ المسفرہ

۲۔ اجراء ثلاثہ مکمل

بعد ششماھی

۱۔ طیبۃ النشر

۲۔ اجراء عشرہ

☆ ☆ ☆

ہدایات برائے امتحان داخلہ

(۱) امتحان شروع ہونے سے قبل دو گھنٹے بجتے ہیں۔

(**الف**) پہلی مرتبہ گھنٹہ بجنے پر طلبہ امتحان ہال میں پہنچ کر اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ جائیں۔

(**ب**) دوسری مرتبہ گھنٹہ بجنے اور سو گھنٹہ مکمل ہونے کے بعد کسی بھی طالب علم کا امتحان ہال میں داخل ہونا ممنوع ہوگا۔

(**ج**) جن طلبہ کا جس روز امتحان نہ ہو وہ اس روز امتحان گاہ میں نہ آئیں۔

(۲) طلبۂ عزیز ضروریات بشریہ سے فارغ ہو کر آئیں۔ شروع کے پہلے اور آخری گھنٹہ میں قضائے حاجت وغیرہ کیلئے اٹھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ البتہ دوسرے اور تیسرے گھنٹہ میں سخت مجبوری

کی حالت میں اجازت ہوگی، مگر اپنے امتحان کے کمرہ کے معاون سے ٹکٹ لئے بغیر ہرگز نہ جائیں۔ اور امتحان ہال سے باہر نہ نکلیں، بیت الخلاء امتحان ہال ہی میں بنی ہوئی ہیں، اور بیت الخلاؤں پر باضابطہ چیکنگ ہوگی، اس کے بعد ہی بیت الخلاء جانے کی اجازت ہوگی۔

(۳) سادہ کاغذ، اخبارات یا دیگر کاغذات نیز موبائل یا اسمارٹ واچ (گھڑی) ہمراہ لے کر امتحان گاہ میں نہ آئیں۔ اگر کسی طالب علم کے پاس امتحان سے متعلق کوئی تحریر، یا کتاب یا بڑا موبائل برآمد ہوا تو مکمل امتحان سوخت ہو جائے گا۔

(۴) امتحان میں شرکت کیلئے شرعی وضع قطع کا ہونا لازمی ہے، اگر کوئی طالب علم مقطوع اللحیہ ہوگا تو امتحان ہال سے اٹھا دیا جائے گا۔

(۵) پرچۂ سوالات پر ہرگز کچھ نہ لکھیں، ایسی صورت میں نقل کرانا تسلیم کرتے ہوئے امتحان سوخت کر دیا جائے گا۔

(۶) کاپی کا کوئی ورق ہرگز نہ پھاڑیں، اور کاپی کے اندر اپنا نام یا فارم نمبر نہ لکھیں اور نہ کوئی ایسی علامت بنائیں جس سے کاپی پہچان میں آسکے۔ اس صورت میں اس پرچے کے نمبر صفر شمار کئے جائیں گے۔

(۷) امتحان میں شرکت کرنے والے طلبہ کو ہدایت دی جاتی ہے کہ اپنی کاپی کو دوسروں کی نگاہ سے بچا کر اس طرح لکھیں کہ کوئی طالب علم اس کی نقل نہ کر سکے، اگر ایسا پایا گیا تو نقل کرنے والے اور جس کی نقل کی جا رہی ہے، دونوں کا امتحان سوخت کر دیا جائے گا، اور آئندہ امتحان میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

(۸) امتحان ہال میں اجازت نامہ لے کر آنا ضروری ہوگا ورنہ امتحان گاہ سے اٹھایا بھی جاسکتا ہے۔

(۹) واضح ہو کہ امتحان گاہ جدید (شیخ الہند) لائبریری کا تہہ خانہ ہے۔

(۱۰) امتحان ہال میں امتحان دینے کے لیے جو سیٹ آپ کے لیے متعین کی گئی ہے، اسی پر بیٹھنا ضروری ہے، اپنے اختیار سے سیٹ ہرگز نہ بدلیں، عدم تعمیل کی صورت میں آپ کو امتحان گاہ سے اٹھا دیا جائے گا۔

(۱۱) امتحان کے دوران باتیں اور کسی بھی طرح کا شور وغل ہرگز نہ کریں، ورنہ آپ دارالعلوم میں امتحان دینے سے محروم بھی قرار دیے جاسکتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

تاریخ اوردن	برائے اول عربی	برائے دوم عربی	برائے سوم عربی	برائے چہارم عربی	برائے پنجم عربی	برائے ششم عربی	برائے ہفتم عربی	برائے دورہ
۱۷رشوال ۱۴۴۷ھ ۶راپریل ۲۰۲۶ءدوشنبہ						مختصرالمعانی مع نورالانوار	میبذی مع قصائدمتنبی	
۱۸رشوال ۱۴۴۷ھ ۷راپریل ۲۰۲۶ءسہ شنبہ						سلم العلوم مع مقامات حریری		ہدایہ آخرین مع سراجی
۱۹رشوال ۱۴۴۷ھ ۸راپریل ۲۰۲۶ءچہارشنبہ							جلالین شریف	مشکوۃ شریف

نوٹ:- اول عربی تا برائے دورۂ حدیث کا پہلا پرچہ موقوف علیہ ہوگا، اس میں مقرر کردہ معیار کے مطابق کامیاب ہونے پر ہی بقیہ کتابوں کا امتحان ہوگا۔ نیز امتحان میں شرکت کے لئے اجازت نامہ لازمی ہے اسکے بغیر امتحان دینے کے مجاز نہیں ہونگے۔

حفص اردو:- ۲۰رشوال ۱۴۴۷ھ مطابق ۹راپریل ۲۰۲۶ءبروز پنجشنبہ صبح آٹھ بجے حساب کا تحریری امتحان (زیرتعمیر) جدیدلائبریری میں ہوگا۔ اوران شاء اللہ ۲۳رشوال ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۲راپریل ۲۰۲۶ء بروز دوشنبہ صبح آٹھ بجے سے حفظ قرآن مع اردو کی پہلی و دوسری کتاب ازمولوی محمد اسماعیل کا تقریری امتحان جدیدلائبریری میں ہوگا۔

نقشہ امتحان داخلہ (تحریری) برائے ۴۸–۱۴۴۷ھ

تاریخ اوردن	برائے اول عربی	برائے دوم عربی	برائے سوم عربی	برائے چہارم عربی	برائے پنجم عربی	برائے ششم عربی	برائے ہفتم عربی	برائے دورہ
۱۱رشوال ۱۴۴۷ھ ۳۱رمارچ ۲۰۲۶ء سہ شنبہ	گلستاں علاوہ باب پنجم	شرح مأتہ عامل	ہدایۃ النحو	قدوری از کتاب البیوع تا ختم مع ترجمۂ قرآن از سورۂ ق تا آخر قرآن	ترجمۂ قرآن از سورۂ یوسف تا سورۂ ق مع دروس البلاغۃ			
۱۲رشوال ۱۴۴۷ھ ۱راپریل ۲۰۲۶ء چہارشنبہ						ہدایہ اول مکمل	ہدایہ ثانی مع حسامی	
۱۳رشوال ۱۴۴۷ھ ۲راپریل ۲۰۲۶ء پنجشنبہ								شرح عقائد مع شرح نخبۃ الفکر
۱۴رشوال ۱۴۴۷ھ ۳راپریل ۲۰۲۶ء جمعہ	تعطیل	تعطیل	تعطیل	تعطیل	تعطیل	تعطیل	تعطیل	تعطیل
۱۵رشوال ۱۴۴۷ھ ۴راپریل ۲۰۲۶ء شنبہ	حساب (جمع، گھٹاؤ، ضرب، تقسیم)		نفحۃ الادب مع نورالایضاح	کافیہ	شرح وقایہ اول، دوم تا کتاب العتاق			
۱۶رشوال ۱۴۴۷ھ ۵راپریل ۲۰۲۶ء یکشنبہ				شرح تہذیب مع نفحۃ العرب	اصول الشاشی مع قطبی			

نقشہ امتحانات داخلہ (تقریری) برائے ۴۸–۱۴۴۷ھ

درجات	تاریخ	ممتحنہ کتب
اول عربی برائے دوم عربی	۱۵ رشوال ۱۴۴۷ھ مطابق ۴راپریل ۲۰۲۶ء شنبہ (بعد ظہر)	میزان منشعب، پنج گنج تا خاصیات ابواب، نحومیر تا ختم مستثنیٰ، القراءۃ الواضحہ حصہ اول، مفتاح العربیہ
دوم عربی برائے سوم عربی	۱۵ رشوال ۱۴۴۷ھ مطابق ۴راپریل ۲۰۲۶ء شنبہ (بعد ظہر)	فصول اکبری (خاصیات ابواب)، علم الصیغہ، مرقات، قدوری تا ختم کتاب الحج، القراءۃ الواضحہ حصہ دوم